باعث امن وجود

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ستارے آسمان کے لیے امن کا باعث ہیں۔ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان کو وہ چیز آلے گی جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی آسمان پھٹ جائے گا)۔ اور میں اپنے اصحاب کے لیے (فتنوں سے) امن کا باعث ہوں۔ جب میں (دنیا سے) رخصت ہو جاؤں گا تو اُنھیں وہ چیز آلے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی مختلف آزمائشیں)۔ اور میرے اصحاب میری اُمت کے لیے (فتنوں سے) امن کا باعث ہیں۔ جب میرے اصحاب بھی رخصت ہو جائیں گے تو میری اُمت کو وہ چیز آلے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی فسادات، شرک، بدعات اور دیگر منکرات وغیرہ)۔'' (صحیح مسلم)

بشریت رسول کا عقیدہ......اعتدال پسندانہ راہ

انسانوں کی تعلیم وہدایت کے لیے جو مقدس ہستیاں وقتاً فوقتاً آتی رہیں ان کے متعلق ابتدا سے قوموں میں حد درجہ عقیدت مندی کی افراط تفریط رہی ہے۔ افراط یہ تھی کہ نادانوں نے ان کو خود خدا، یا خدا کا مثل، یا خدا کا روپ اور مظہر ٹھہرایا۔ بابل، اسیریا اور مصر کے ہیکلوں میں کاہنوں کی شان مثیل خدا کی نظر آتی ہے، ہندوؤں میں وہ اوتار کے رنگ میں مانے جاتے ہیں، بودھوں اور جنیوں نے اپنے اپنے بودھوں اور مہابیروں کو خود خدا تسلیم کر لیا، عیسائیوں نے اپنے پیغمبر کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا۔

دوسری طرف تفریط یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے نزدیک ہر وہ شخص جو پیشین گوئی کر سکتا تھا، نبی اور پیغمبر تھا۔ ایک نبی کی بات کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ پیشین گوئی کرتا ہے، خواہ وہ گناہ گار ہو، اخلاقی حیثیت سے قابل اعتراض ہو، خدا کی نگاہ میں اس کا کیسا ہی درجہ ہو۔ اس کا نیک اور معصوم ہونا بھی ضروری نہ تھا، اسی لیے بنی اسرائیل کے موجودہ صحیفوں میں بڑے بڑے پیغمبروں کے متعلق ایسی حکایتیں ملتی ہیں جو حد درجہ لغو اور بے ہودہ ہیں۔

اسلام نے اس منصبِ عظیم کی صحیح حیثیت مقرر کی اور بتایا کہ انبیاء علیہم السلام نہ خدا ہیں نہ خدا کے مثیل ہیں، نہ خدا کے اوتار ہیں، نہ خدا کے بیٹے اور رشتہ دار ہیں، وہ آدمی ہیں اور محض آدمی ہیں، وہ بشر ہیں اور خالص بشریت کے جامے میں ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام بشر تھے اور آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق کہا کہ میں بشر ہوں۔ کفار تعجب سے کہتے تھے: ''کیا بشر رسول؟'' اسلام نے کہا: ہاں:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾[الکھف: ۱۱۰، فصلت: ٦]﴿هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾[الاسراء: ۹۳]

''کہہ دے: اے پیغمبر میں بھی تمھاری ہی طرح بشر ہوں۔'' ''میں نہیں ہوں لیکن بشر رسول۔''

خدا کے کارخانے کی کوئی چیز بالذات انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں نہیں، ان کو بالذات کسی مافوق طاقت بشری کام پر قدرت نہیں، اُنھوں نے جو کچھ کیا وہ خدا کے اذن واشارے سے۔

دوسری طرف یہ بتایا گیا ہے کہ وہ گو انسان اور بشر ہیں لیکن اپنے کمالات کی حیثیت سے تمام انسانوں سے مافوق ہیں، وہ خدا سے مکالمہ کرتے ہیں، ان پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے، وہ بے گناہ اور معصوم ہوتے ہیں تاکہ گناہ گاروں کے لیے نمونہ بنیں ان کے ہاتھوں سے خدا اپنے اذن اور اشارے سے اپنی قدرت کے عجائبات دکھاتا ہے، وہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں، ان کی عزت وتعظیم اور اطاعت سب پر فرض ہے، وہ خدا کے خاص سچے اور مطیع بندے ہیں، جن کو خدا تعالیٰ اپنی رسالت اور پیغمبری کے منصب سے سرفراز کرتا ہے۔

یہ ہے اعتدال اور درمیانی راہ جو پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کی نسبت قائم کی ہے، جو ہر قسم کی افراط وتفریط سے پاک ہے، اور اس کے مذہب کے مناسب ہے جس نے دنیا میں توحید کی تکمیل کی۔ (مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ
سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

20 ربیع الثانی 1435ھ جمعۃ المبارک 21 تا 27 فروری 2014ء

الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 08 جلد 66

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12
E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

خدمتِ سعید

حافظ احمد شاکر

قرآن حکیم کی سورۂ انفال اور سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد پر اُبھارا یایوں کہہ لیں کہ اسلامی حمیت کو بیدار کیا اور ان کی غیرت ایمانی کو جگایا۔لیکن کفار کے ساتھ اُصول اور رویوں میں......مسلمانوں کی نسبت......سختی کا حکم دیا۔''جہاد فی سبیل اللہ'' دعوتِ اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے قتال کو کہا گیا ہے۔اس کے علاوہ جن اقدامات کو اسلام نے جہاد قرار دیا تعلیمات اسلام،یعنی قرآن وحدیث میں ان کا ذکر تفصیل سے الگ کیا گیا ہے۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ کفار نے دین اور عقیدے کی بجائے قوموں اور قبیلوں کے نام پر جب اللہ کی زمین کو تقسیم کرنا شروع کر دیا اُس کے بعد قوموں اور قبیلوں کے عنوان پر جنگیں شروع ہوگئیں،چنانچہ اکثر جنگیں قوموں اور قبیلوں کی برتری وتفوق اور وسعت مملکت کے لیے لڑی جانے لگیں۔

یہود،صلیب اور مجوس زمانہ نبوت سے بُعد بڑھنے کے باعث اسلام کے نظام خلافت کو ملوکیت کی طرف دھکیل کرلے جانے میں کامیاب ہو گئے جس کے بعد وہ اسلام کے نظام خلافت کو تاراج کر کے اُس کو ملوکیت بنا دیا،پھر ملوکیت کو رسوا کرتے رہے اور دنیا میں نظام حکومت کو سرمایہ دارانہ (اس کی بھی دو قسمیں ہیں:پارلیمانی اور صدارتی نظام) اور ملحدانہ......کمیونسٹ وغیرہ......نظام سے دنیا کو متعارف کرا دیا۔ان سب غیر اسلامی نظاموں کی بنیاد......نانی......جمہوریت کو قرار دیا جس میں بندوں کی گنتی ہی نظام کا فیصلہ کرتی اور نظام پر اثر انداز ہوتی ہے۔اس میں ذاتی صلاحیت واہلیت کو عوام......یعنی ووٹوں......کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔جب تک دنیا میں نظام خلافت قائم رہا تب تک مجموعی طور مسلمان ممالک میں خیر کا غلبہ رہا۔جب سے اغیار نے انفرادی مفادات کا حکمرانوں کو چسکا لگایا دھیرے دھیرے سب ہی جمہوریت کی زلف کے اسیر ہوتے چلے گئے۔اور جہاں حکمران طاغوت کے پنجۂ استبداد میں نہ آئے وہاں اغیار نے عوام میں مظلومیت کا پروپیگنڈا کر کے عوام کو بغاوت کی بھرپور انگیخت دینے کی دسیسہ کاریاں اور سازشیں شروع کر دیں۔عراق ایران جنگ،کویت عراق جنگ،سوڈان،لیبیا،تیونس،عراق اور مصر کے ناگفتہ بہ حالات یہ سب اغیار ہی کے خبث باطن کے مظاہر ہیں۔برسوں سے مسلمانوں کے ساتھ طاغوت کا یہ رویہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسلمان،مسلم اُمہ کے طور پر سوچیں،اپنی کرنسی الگ کریں اور کفر واسلام کی بنیاد پر مسلمان یکساں خارجہ پالیسی بنا کر اپنی بیداری کا ثبوت دیں۔

....

نبی ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد اسلام نے مسلمانوں کے تمام رشتوں ناتوں،قبیلوں اور برادریوں کو اسلام سے منتھی کر دیا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک پہلا اور بنیادی رشتہ اسلام کا تھا۔ماں،باپ،بھائی،بہن اور اولاد کی حیثیت ثانوی ہوگئی تھی اور رشتۂ اسلام پہلی ترجیح بن گیا۔حقوق العباد کے احکام جوں جوں نازل ہوتے گئے توں توں دین سمجھتے ہوئے ہر مسلمان حتی الوسع انھیں ادا کرتا رہا لیکن ترجیح صرف اسلام کی رہ گئی۔مواخات مدینہ اس کا پہلا مظہر تھا،جنگ بدر نے اس رشتے کو مزید اُجلا کیا اور جذبوں کو جلا بخشی۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو......روز قیامت دیگر اُمتوں پر گواہی کے تناظر میں......اُمۃً وسطاً فرمایا اور دوسرے مقام پر اُمۃً واحدۃً بھی۔لیکن اغیار......یہود ونصاریٰ......نے شیطانی حربے''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے مطابق ہمیں،یعنی مسلمانوں کو ہوسِ جاہ ومال کے جال میں اس بری طرح پھنسا دیا کہ ہم میں سے ہر مسلمان......عوام وحکمران......اپنے اپنے ضعف ایمانی اور انابت الی اللہ سے محرومی کے

مطابق اس جال میں پھنستے اور الجھتے چلے گئے۔ اب بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہمارے اکثر مسلمان حکمران ......دنیاوی مفادات کی خاطر......اپنے مسلمان بھائیوں سے بدظن ہوکران سے دور رہتے ہیں لیکن کفار...... یہود، نصاریٰ اور ہنود...... سے مفادات کے باعث دوستیاں بناتے بڑھاتے اوران کوراز دان بنالیتے ہیں جب کہ قرآن حکیم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کا خصوصی طور پر نام لے کراور بعض مقامات پر بالعموم، اپنے اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرنے سے حکماً روکا ہے۔

....

روس کی دوبارہ انگڑائی لینے اور عالمی صنعت وتجارت میں چین کی تیز رفتار برتری کے بعد عالمی سیاست کے منظر نامہ میں تبدیلی کے امکانات نظر آنا شروع ہو چکے ہیں۔ واضح رہے کہ اس میں پہلا ٹکراؤ سرمایہ دارانہ اوراشترا کی نظام کا ہوگا، دوسرا ٹکراؤ مشرق ومغرب کا ہوگا، یعنی چینی صنعت وحرفت یورپ کو رگیدنے لگے گی اور یہ کام شروع بھی ہو چکا ہے تیسرا اوراہم ٹکراؤ کفر اور اسلام کا ہوگا۔ احکام الٰہی اور تعلیمات نبویہ علی صاحبها الصلاة والسلام کی روشنی میں مسلم اُمہ کو آنکھیں کھلی رکھنے اور دماغی بیداری کے ساتھ ساتھ یہ ایمان بھی رکھنا ہوگا کہ دنیا میں اصل جنگ کفر واسلام کی ہے۔ مسلمان جب بھی سر اُٹھا کر اپنا وجود تسلیم کرانے کی کوشش کریں گے تو اس وقت اشترا کی وسرمایہ داری نظام اور مشرق ومغرب کا سارا کفر مسلمانوں کے مدمقابل ہوگا کہ الکفر ملة واحدة (تمام کفر (اہل اسلام کے خلاف) ملت واحدہ کی طرح ہے) کا ابدی اُصول موجود ہے جو کبھی بھی تبدیل نہیں ہوسکتا۔ غور کیا جائے یا ماضی کے جھروکوں سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ اگر کوئی غیر مسلم مملکت کسی مسلمان حاکم یا ملک کے ساتھ خیرسگالی کا اظہار کرتی ہے تو وہ اپنے مفادات کی خاطر ہوتا ہے اور مفادات تک ہی رہتا ہے جب کہ کسی مسلمان کو غیر مسلم ممالک میں جمہوریت کی طفیل اسلام کی دعوت دینے کی اجازت نہ کبھی دی گئی اور نہ ہی اب کوئی دینے کو تیار ہوگا حتی کہ کسی مسلم ملک کو مسلم اقلیتوں کی ......جس طرح دنیا بھر میں صلیب اپنی اقلیتوں کی خاطر ہر ملک میں دخل اندازی کا حق رکھتا ہے......تحفظ اور نگہداشت کا حق دینے پر کوئی کافر ملک راضی کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔ اس لیے وقت ہے کہ اس وقت مسلمان حکمران ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی...... مالی، صنعتی، دفاعی، افرادی......قوت وحیثیت کے مطابق باہمی مشاورت سے اپنے پسماندہ اورترقی پذیر بھائیوں پر اپنے مسلمان بھائیوں پر اپنی محبتیں نچھاور کرے اور مسلم اُمہ یک جاں ہوکر اپنے ملی تشخص کا اظہار کرے اور ثابت کرے کہ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے ۔۔۔ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

مسلمانوں کے اتفاق واتحاد اور سیاست کے عالمی میدان میں مسلم اُمہ کی اثر پذیری بلکہ مؤثر کارکردگی کی خواہش ہر مسلمان کی طرح ہماری بھی ہے اور یہ ایسی خواہش ہے، جس کی تکمیل ہم اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ''الاعتصام'' کے ان صفحات پر اس خواہش کا متعدد بار اظہار کیا جاتا رہا۔ گذشتہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں ہمارے قابل احترام برادر اسلامی ملک المملكة العربية السعودية کے اعیان کی اخوت اور محبت اور خیرسگالی کی آمدورفت نے ہم جیسے اَن گنت پاکستانی عوام کے دل شاد کر دیے ہیں۔ اب سموالملکی ولی عہد سلمان بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ نے پاکستان کو شرف قدوم جو بخشا ہے اور جس اخلاص سے اُنھوں نے مؤاخات اسلامی کا اظہار کیا ہے دین ودنیا میں اُس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی اُن کو عطا فرمائے گا۔ سعودی عوام، اَعیانِ مملکت اور آل سعود کی پاکستان واہل پاکستان سے محبت نہ کسی سے مخفی ہے نہ اس میں کبھی کمی ہوئی ہے اور نہ ان شاءاللہ یہ کبھی کم ہوگی۔ سعودی عوام اور پاکستانی عوام میں محبت کا یہ رشتہ ازلی وابدی ہے اوران شاءاللہ ایسا ہی رہے گا اس بابرکت موقعہ پر مسلم اُمہ کے اتفاق و اتحاد کی یہ خواہش نوک قلم پر آ گئی یہ دونوں برادر اسلامی مملکتیں اور اُن کے حکمران بھی ہمارے خیال میں یقیناً ایسی ہی خواہشات رکھتے ہوں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دونوں برادر اسلامی مملکتوں کو مسلم اُمہ کی اس باسعادت خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ وما ذلك على الله بعزيز .

درس قرآن — قسط نمبر ۴۱

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو جس انعام واکرام سے نوازا ہے اس آیت میں اس کی علت اور اس کا سبب بیان فرمایا ہے کہ یہ انعامات ان کے محسنین میں سے ہونے کا نتیجہ ہیں اور اس میں اس حقیقت کا بھی اظہار ہے کہ یہ معاملہ صرف حضرت نوح علیہ السلام سے خاص نہیں بلکہ جو احسان کی زندگی اختیار کرتا ہے ہم اس کے ساتھ ہمیشہ سے یہی معاملہ کرتے ہیں۔ یہ فضیلت کسی کی ذات اور شخصیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ ہر اس خوش نصیب کے لیے ہے جو احسان کی زندگی اپناتا ہے۔ یہاں ''کذلک'' سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ تشبیہ انعامات کے تمام پہلوؤں میں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ محسنین کو ہم جزا دیتے ہیں ان کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

جس مرتبہ کے مقامِ احسان پر کوئی فائز ہوگا اسی مرتبہ کی جزا اسے ملے گی۔ انبیاء کرام علیہم السلام چونکہ احسان کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں اس لیے انھیں اجر وانعام بھی سب سے زیادہ ملے گا۔ اس لیے یہاں اجر میں مشابہت برابری اور تساوی کی بنیاد پر نہیں بلکہ محسنین کو جزائے حسن دینے میں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پر یہ آٹھواں انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں محسنین میں شمار کیا ہے۔ ''محسنین'' سے مراد نیکی کرنے والے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ دوسروں پر انعام کرنا بھی نیکی ہے، دوسروں سے درگزر کرنا اور انھیں معاف کرنا بھی نیکی ہے۔ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دینا بھی نیکی ہے۔ کسی کے حق کی ادائیگی میں اچھا طریقہ اختیار کرنا بھی نیکی ہے۔ اور سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ پورے اخلاص اور طمانیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے احکام کی بجا آوری کی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے:

((ان تعبد اللّٰه كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك .))(صحيح بخاری، رقم: ٥٠)

''تم اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پہلا مرتبہ دل میں مشاہدۂ حق کے تصور کا ہے کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ اور اللہ مجھے دیکھ رہا ہے ایسی صورت میں نہ آنکھ کسی اور جانب اُٹھے اور نہ دل میں کسی اور کا تصور آئے۔ یہ سب سے اعلیٰ اور افضل مرتبہ ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ یہ تصور رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس تصور سے بھی کہ ''مالک دیکھ رہا ہے'' بندہ اپنا کام پوری لگن اور انہماک سے سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ مرتبۂ احسان دین کا اصل الاصول ہے اور صدیقین و صالحین کا مقصود ومطلوب ہے۔ اور ''احسان'' کا بدلہ ''احسان'' ہے:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝﴾[الرحمٰن: ٦٠]

''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کیا ہے۔''

بلکہ نیک بدلے سے کچھ مزید بھی ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ﴾[یونس: ٢٦]

''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔''

یہ ''الحسنیٰ'' جنت اور ''زیادۃ'' دیدارالٰہی کا شرف ہے، جیسے فرمایا:

﴿وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾[ق: ٣٥]

''اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔''
محسنین کواللہ تعالیٰ ان انعامات سے نوازیں گے۔
﴿عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اس میں حضرت نوح علیہ السلام کے ''محسنین'' میں سے ہونے کا سبب اور علت بیان ہوئی ہے کہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ اس میں ایک شرف ''عبادنا'' ہے اور دوسرا (نواں) وصف ''مومنین'' میں سے ہونا ہے۔ یہ ''عبدنا'' عبدُہ ، عبدِہ ، عبادنا وغیرہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت تشریفی ہے۔ اور یہی سب سے ارفع و اعلیٰ نسبت ہے بلکہ مخلوق کا کمال اسی صفت عبدیت میں ہے۔
''عبد'' کے معنی بندہ وغلام کے ہیں اور یہ چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے:
(۱) عبد بمعنی غلام یعنی وہ انسان جس کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہو۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:
﴿وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾[البقرة: ۱۷۸]
''اور غلام کے بدلے غلام۔''
(۲) العبد، بمعنی ایجاد۔ یعنی مخلوق، جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اس معنی میں ''عبودیہ'' اللہ کے ساتھ خاص ہے، جیسے فرمایا:
﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًاؕ۰﴾[مریم: ۹۳]
''آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔''
یعنی سب مخلوق کی حیثیت سے حاضر ہوں گے۔ اسی معنی میں کہا جاتا ہے:
''والناس كلهم عباد الله''
''تمام لوگ اللہ کے بندے ہیں یعنی اللہ کی مخلوق ہیں۔''
(۳) عبد : جو عبادت واطاعت کی بدولت عبودیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے عظام کے لیے یہ لفظ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔
(۴) جو دنیا کی لالچ اور حرص میں درہم ودینار کا بندہ بن جاتا ہے، جیسے حدیث میں ہے:
((لعن عبدالدينار ، ولعن عبدالدرهم .))
(ترمذی، رقم: ۲۳۷۵)
''درہم ودینار کے بندے پر لعنت کی گئی ہے۔''
اسی معنی میں کہا جاتا ہے:
''ليس كل انسان عبدا لله''
''ہر انسان اللہ کا بندہ نہیں۔''
''عبد'' کا لفظ غلام کے لیے ہو تو اس کی جمع ''عَبِید'' ہے اور جب عبادت کے لیے ہو تو اس کی جمع ''عِباد'' ہے۔ اور ''عَبید'' کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ ''عِباد'' سے زیادہ عام ہوگا۔ جیسے فرمایا:
﴿وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۰﴾[ق: ۲۹]
''اور میں بندوں پر ہرگز کوئی ظلم ڈھانے والا نہیں۔''
بعض ''عبد بالتسخير'' ہیں یا تکوینی امور کے تحت ''عبد'' ہیں۔ اس اعتبار سے فرعون، نمرود وغیرہ اہل معاصی سب عبد ہیں کہ وہ تکوینی احکام میں مجبور ہیں۔ اور اصل ''عبد'' وہ ہے جو تشریعی اُمور میں عبودیت کا اعتراف اور عملاً اس کا اظہار کرتا ہے۔ (مفردات وغیرہ) اسی میں انسان کا کمال ہے۔
﴿مُؤْمِنِيْنَ﴾ اس میں حضرت نوح علیہ السلام کے کامل مومن ہونے کا بیان ہے۔ مگر مومن کیا، وہ تو اولوالعزم رسولوں میں سے تھے۔ لہٰذا یہاں مومن ہونے سے مراد کیا ہے۔ امام ابومنصور ماتریدی نے کہا ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ رسالت سے پہلے ہی مومن تھے یا یہ کہ اُنھوں نے ایمان میں جو عہد وفا باندھا تھا اس کو اُنھوں نے عملاً پورا کر دکھایا۔ یا یہ کہ ''انه من عبادنا المؤمنين بك يا محمد'' کہ وہ ہمارے ان مومن بندوں میں سے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ کیوں کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام ایک

دوسرے پر ایمان لانے والے تھے۔اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی خوشی و مسرت کے طور پر ہے۔(تفسیر الماتریدی)

مگر سوال یہ ہے کہ مومن ہی نہیں انھیں محسنین میں بھی شمار کیا گیا۔ جب کہ مرتبہ رسالت مرتبہ احسان سے بالاتر ہے۔ ہر رسول محسن ہے مگر ہر محسن رسول نہیں۔ رسول مرتبہ عبدیت واحسان وایمان کے بلند ترین مقام پر فائز ہوتا ہے۔ رسول کے ساتھ ان مراتب کے ذکر سے دراصل ان مراتب کی جلالت اور قدر ومنزلت بیان کرنا مقصود ہے۔

(روح المعانی، البحر المحیط)

﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ’’پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔‘‘ دوسروں سے مراد کفار ومشرکین ہیں۔ ’’ثم‘‘ کو بعض نے تراخی کے معنی میں لیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ہمنواؤں کو ہم نے نجات دی پھر دوسروں کو ہم نے غرق کر دیا۔ مگر علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہاں ’’ثم‘‘ تراخی کے لیے نہیں بلکہ تعدید نصیحت کے لیے ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾

[البلد: ۱۶،۱۷]

’’یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔ پھر (یہ کہ) ہو وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے۔‘‘

یہاں بھی ’’ثم‘‘ تراخی کے لیے نہیں بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ان اعمال حسنہ (غلامی سے آزاد کرانے، بھوکوں کو کھانا کھلانے، یتیم کی پرورش کرنے اور مسکین کی خبر گیری کرنے) سے ایمان مقدم ہے۔ ایمان کے بغیر یہ اعمال بے سود ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی مقصود یہ ہے ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو مطلع کر دیا کہ میں نے کفار کا کام تمام کر دیا ہے۔ گویا اس کا ذکر بطور انعام ہے اور یہ ان پر دسواں انعام ہے جس کا یہاں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ کے لیے بشارت اور تسلی ہے وہاں مشرکین مکہ کے لیے تنبیہ بھی ہے کہ آج تم اسی طرح میرے نبی کی مخالفت پر اَڑے ہوئے ہو جیسے نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔ نوح علیہ السلام کی طرح دعوت وتبلیغ میں ہمارے نبی نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تم اگر اپنی ضد پر اَڑے رہے تو نوح علیہ السلام کی قوم کی طرح تم بھی ایک دن نیست ونابود کر دیے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو سرفرازی اور کامیابی سے نوازے گا اور اس کی دعوت کو فروغ دے گا۔







درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد: حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: أي الناس خير بعد النبي ﷺ ، وقول الله تعالى:

﴿فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾[التوبة: ٤٠]

٣٣۔عن محمد بن الحنفية قال: قلت لأبي: أي الناس خير بعد رسول الله ﷺ؟ قال: أبوبكر، قلت: ثم من؟ قال: ثم عمر، وخشيت أن يقول: عثمان، قلت: ثم أنت؟ قال: ما أنا إلا رجل من المسلمين.“

(صحيح بخاري، رقم:٣٦٧١)

نبی ﷺ کے بعد افضل لوگ کون؟

فرمان باری تعالیٰ ہے:

”بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے کافروں نے نکالا تھا جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“

۳۳۔سیدنا محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد محترم (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر فرد کون ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ میں ڈرا کہ اب سیدنا عثمان کا نام نہ لے دیں۔ پھر میں نے کہا: پھر آپ ہوں گے! آپ نے فرمایا: میں تو مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔“

فوائد:

۱: مذکورہ آیت مبارکہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت ظاہر ہو رہی ہے۔ ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے اس سفر کا ساتھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا، دوران سفر سخت مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا، انھی میں سے ایک کی طرف اس آیت مبارکہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جب دشمن تلاش کرتے کرتے بالکل سر پر آن کھڑے ہوئے تو جناب ابوبکر گھبراہٹ کا شکار ہو گئے، اس پر آپ ﷺ نے انھیں ان الفاظ میں تسلی دی کہ اللہ کا ساتھ ہمارے شامل حال ہے، اس لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

۲: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل شخصیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شیخین سے اپنی محبت کا اظہار بھی کر رہے ہیں اور اقرار بھی۔

۳: مسئلہ تفضیل میں اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی موقف ہے کہ پہلے نمبر پر ابوبکر، دوسرے نمبر پر عمر فاروق، تیسرے نمبر پر عثمان غنی اور چوتھے نمبر پر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ مسئلہ خلافت میں بھی یہی ترتیب ہے۔

۴: اس حدیث سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کمال عاجزی کا اظہار بھی ہے کہ اس قدر فضیلت کے باوجود انھوں نے اپنا شمار عام مسلمانوں میں کیا ہے۔

❀❀❀

تعلیم وتربیت — قسط نمبر ۲

حقوق الزوجین

(مولانا) حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

میاں بیوی کے حقوق:

میاں بیوی کے حقوق کیا ہیں؟ آیئے جائزہ لیتے ہیں۔ پہلے ہم ذکر کرتے ہیں عورتوں کے وہ حقوق جن کی ادائیگی مردوں کے ذمہ فرض ہے۔

خاوند کے ذمہ بیوی کے حقوق

❁......حق مہر:

نکاح کے بعد مرد پر پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کا حق مہر ادا کرے اور اسے خوش دلی سے ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے:

﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[النساء: ٤]

''اور عورتوں کو ان کے حق مہر راضی خوشی دو۔''

ہاں، عورت خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ معاف کر دے تو جائز ہے۔ اسے ایسا کرنے کے لیے مجبور کیا جائے اور نہ ایسا طریقہ ہی اختیار کیا جائے کہ وہ مہر معاف کرنے میں عافیت سمجھے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ فَاِنۡ طِبۡنَ لَکُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَکُلُوۡهُ هَنِیۡٓــًٔا مَّرِیۡٓــًٔا﴾[النساء: ٤]

''اگر وہ اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمھیں معاف کر دیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔''

مہر سے دست برداری اس صورت میں قبول ہوگی کہ عورت برضا و رغبت ایسا کرے۔

''شرعی'' حق مہر؟

مہر کتنا ہو؟ شرعاً اس کی کوئی حد نہیں۔ جیسے بعض لوگوں نے ۳۲ روپے مہر کو شرعی مہر کا نام دے رکھا ہے، یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ حق مہر طاقت کے مطابق ہونا چاہیے۔ تاہم محض نمود و نمائش کے لیے مہر میں غلو کرنے کو بھی نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((خير النكاح أيسره.))

(سنن أبي داود، رقم: ٢١١٧)

''(حق مہر کے اعتبار سے) بہترین نکاح وہ ہے جو آسان ہو۔''

ابو عجفاء سُلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: لوگو! عورتوں کا حق مہر زیادہ مقرر نہ کرو، اگر زیادہ مہر دینا دنیا میں عزت کا باعث ہوتا یا اللہ کے ہاں تقوے کا موجب ہوتا تو نبی کریم ﷺ ایسا کرنے کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کو بارہ اوقیوں سے زیادہ مہر دیا، نہ اپنی بیٹیوں ہی کا بارہ اوقیوں سے زیادہ مہر مقرر کیا۔''

(سنن أبي داود، رقم: ۲۱۰۶)

بارہ اوقیوں کا وزن ایک کلو ۴۶۸ گرام (چاندی) بنتا ہے۔

❁......نفقہ:

اسلام نے کاموں کی تقسیم کرتے وقت گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی پرورش عورت کے ذمے لگائی ہے اور یہ کام ہر وقت مصروفیت کے ہیں، اس لیے انھیں حکم دیا گیا ہے:

﴿وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ﴾[الاحزاب: ٣٣]

''اور تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔''

مرد جسمانی اعتبار سے کارزارِ حیات میں بھرپور حصہ لے سکتا ہے،

لہٰذا اسلام نے اہل وعیال کی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا مرد کی ذمے داری بتلائی ہے۔ خاوند اپنی بیوی کو خرچ دینے کی سکت نہ رکھتا ہو، یا سکت تو رکھتا ہو لیکن دینے سے انکاری ہو تو اس صورت میں عورت کے مطالبے پر نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے۔ مرد پر نفقہ کی ادائیگی سورۃ النساء کی اس آیت سے ثابت ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء: ٣٤]

’’مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ وہ ان پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔‘‘

یہاں سوال یہ ہے کہ نفقے کا معیار اور حد کیا ہے؟ اس کا جواب بھی سورۃ الطلاق میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ ﴾[الطلاق: ٧]

’’خوش حال آدمی اپنی خوش حالی کے مطابق نفقہ دے اور جسے رزق کم دیا گیا ہو، وہ اس مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا۔‘‘

اس طرح نفقے کی ادائیگی کا فطری معیار قائم کیا گیا، یعنی خاوند کی مالی حالت کے مطابق ہی نفقہ ہوگا۔

❁ ......حسن سلوک:

خاوند کا تیسرا فرض یہ ہے کہ وہ بیوی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے۔ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کرے۔

❁ ......ظلم کی بھی کئی قسمیں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾[البقرة: ٢٢٦، ٢٢٧]

’’جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیتے ہیں، ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے، اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔‘‘

اس سے ظاہر ہوا کہ قطع تعلق (ایلاء) کی مدت زیادہ سے زیادہ چار ماہ ہے، ورنہ اس مدت کے بعد بیوی کو طلاق دینی ہوگی یا اس کے پاس جانا ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر ’’احسن البیان‘‘ میں حسب ذیل کی گئی ہے:

’’ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں، یعنی کوئی شوہر اگر قسم کھا لے کہ اپنی بیوی سے ایک مہینہ یا دو مہینے تعلق نہیں رکھے گا، پھر قسم کی مدت پوری کر کے تعلق قائم کر لیتا ہے تو کوئی کفارہ نہیں۔ ہاں، اگر مدت پوری ہونے سے قبل تعلق قائم کرے گا تو کفارۂ قسم ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر چار مہینے سے زیادہ مدت کے لیے یا مدت کے تعین کے بغیر قسم کھاتا ہے تو اس آیت میں ایسے لوگوں کے لیے مدت کا تعین کر دیا گیا ہے کہ وہ چار مہینے گزرنے کے بعد یا تو بیوی سے تعلق قائم کر لیں، یا پھر اسے طلاق دے دیں۔ (اسے چار مہینے سے زیادہ معلق رکھنے کی اجازت نہیں ہے) پہلی صورت میں اسے کفارۂ قسم ادا کرنا ہوگا۔ اگر دونوں میں سے کوئی صورت اختیار نہیں کرے گا تو عدالت اس کو دونوں میں سے کسی ایک بات کو اختیار کرنے پر مجبور کرے گی کہ وہ اس سے تعلق قائم کرے، یا طلاق دے تا کہ عورت پر ظلم نہ ہو۔‘‘

❁ ......دوسرا ظلم ہے انھیں ستانے کے لیے روکے رکھنا۔ اس طرح خاوند، بیوی کو جو جسمانی اور روحانی تکالیف پہنچائے گا، اسے ضرار اور تعدّی (تکلیف پہنچانا اور زیادتی کرنا) کہتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُمۡسِكُوۡهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوۡا وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوۡٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا﴾

[البقرة: ۲۳۱]

''اور انھیں ستانے اور زیادتی کرنے کے لیے نہ روک رکھو، جوایسا کرے گا، وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق نہ بناؤ۔''

اللہ کے اس حکم کی رُو سے جو خاوند اپنی بیوی سے اس قسم کا سلوک کرے گا تو بیوی کو حق ہوگا کہ قانون کی مدد سے خاوند سے گلو خلاصی حاصل کرلے۔

❁......ظلم کی تیسری قسم ہے، ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں عدل نہ کرنا۔

ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت ہے ہی اس صورت میں کہ ان کے درمیان عدل کیا جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً ﴾[النساء:۳]

''پھر اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے، تو ایک ہی (پر قناعت کرو۔)''

مرد اگر ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہے تو اسے اس اُصول کی پابندی کرنی ہوگی کہ تمام بیویوں سے امکان کی حد تک ہر معاملے میں عدل کرے، کسی ایک کا ہو کر نہ رہے۔اس عہد کی خلاف ورزی ظلم ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ﴾

[النساء: ۱۲۹]

''کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو گویا معلق چھوڑ دو۔''

ایسی عورت جسے خاوند نے اللہ کے حکم کے خلاف چھوڑ رکھا ہو، قانون کے ذریعے سے دادرسی حاصل کرسکتی ہے اور طلاق لے سکتی ہے۔ یہ ظلم کی وہ صورتیں ہیں جن میں قانون مداخلت کرسکتا ہے۔ان کے علاوہ اور بھی ایسے معاملات ہیں جو رحمت اور شفقت کے خلاف ہیں۔قرآن کریم اور احادیث میں ایسے حالات میں زوجین کو اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں۔(باقی آئندہ)

بقیہ: تصوف نقل و عقل کی روشنی میں

متعلق زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک ظن غالب ہے جو حکم کے اثبات میں دلیل کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ وہ کسی شرعی یا تقدیری امر میں حتمی حکم لگانے کی اہلیت نہیں رکھتی، اس لیے اسے کتاب وسنت اور ان کے منطوق پر پیش کرنا ضروری ہے۔

بعض دلائل کی بنیاد پر فراست کے اسباب دو امر کی طرف راجع ہوتے ہیں:

(۱) متفرس، یعنی صاحب فراست ذہین و فطین ہیں۔

(۲) کچھ اس طرح کی علامات اس سے ظاہر ہوں جو اس کے صاحب فراست ہونے کا پتا دیتی ہوں، چونکہ یہ دونوں امر ظنی ہیں اس لیے جس چیز کی بنیاد اس (ظن) پر رکھی جائے گی وہ بھی ظنی ہوگا، ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس کے منفی و مثبت دونوں پہلو کو نظر انداز کردیا جائے نیز کتاب وسنت اور ان کے منطوق سے اس کا معارضہ نہ کیا جائے۔

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ تقدیری یا شرعی حکم کے اثبات میں محض فراست پر اعتماد کرنا جائز نہیں بلکہ یقین سے قریب تر کرنے والی بہت سی نشانیوں یا نفی و اثبات پر دلالت کرنے والی شرعی دلیلوں کا اکٹھا ہونا ضروری ہے۔

رہی بات ان دنیوی اُمور کی جو کتاب وسنت سے تعارض نہیں رکھتے اور نہ ہی نقل جائیداد یعنی اس ضبط کرنے یا حدود و تعزیرات کے متقضی ہوتے ہیں تو ان میں اگر تعارض ہو بھی جائے تو ترجیحی پہلو کے اختیار میں فراست سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(باقی آئندہ)

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۷

تصوف نقل و عقل کی روشنی میں

ڈاکٹر ابراہیم بن محمد البریکان ترجمہ:صہیب حسن فضل حق مبارک پوری

۵۔فراست:

متاخرین صوفیوں نے اپنے متبع کتاب وسنت سلف کی جن چند چیزوں میں مخالفت کی ہے ان میں پانچویں چیز ''فراست'' ہے۔

فراست : لغت میں فاء کے کسرہ کے ساتھ باب ضرب سے "فرست بالعين افرس" (میں نے ظاہر نظر سے باطن کو معلوم کرلیا) کا مصدر ہے، اسی مادہ سے "تفرست فيه الخير" (میں نے گمان صحیح سے اس میں خیر کی علامتیں معلوم کیں) آتا ہے، نیز مشہور حدیث نبوی "اتقوا فراسة المؤمن" اسی سے ہے۔

(المصباح المنیر :۲/۱۲۱)

قرآن کریم کی بعض آیتیں اسی معنی پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً:" ان فی ذلك لآيت للمتوسمين" مجاہد کے بقول متوسمین بمعنی ''متفرسین'' اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول بمعنی ''ناظرین'' ہے، قتادہ کے نزدیک ''معتبرین'' اور مقاتل کے نزدیک ''متفکرین'' کا معنی رکھتا ہے۔حالانکہ نفس لفظ ''فراست'' قرآن کریم میں وارد نہیں ہوا ہے۔

سنت نبویہ میں بنفس نفیس یہی لفظ وارد ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله.)) (رواه الترمذی وهو حديث حسن)

''مومن کی فراست سے بچو کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

آیت مذکورہ میں اقوال مفسرین کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے کیوں کہ دیکھنے والا جب دیکھتا اور لوگوں کے احوال میں غور وفکر کرتا پھر انھیں سے مشابہت رکھنے والی صورتوں کے احوال کی طرف جب منتقل ہوتا ہے تو نفس حکم کو بھی انھیں پر بآسانی لگا دیتا ہے پس ان اقوال میں ایک دوسرے کے ساتھ ملازمت ہے نہ کہ منافرت۔

اقسام فراست:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فراست کی تین قسمیں کی ہیں۔

پہلی قسم: فراست ایمانی۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ دل پر ثابت و قابض ہو کر اپنی مخالف شے کی نفی کر دیتی ہے، عربی میں شیر کے شکار کو "فريسة" کہتے ہیں، اسی مناسب سے فراست کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس طرح شیر اپنے شکار کو مغلوب ومقہور بنا دیتا ہے اسی طرح یہ (فراست) بھی قلب انسانی کو مغلوب کر دیتی ہے۔

فراست ایمانی کیا ہے؟ یہ ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے دل میں القا فرما دیتا ہے، جس کی بدولت بندہ حق وباطل اور صادق وکاذب کے درمیان تفریق کرنے کا اہل ہو جاتا ہے، اور یہ چیز ایمان کے قوت وضعف کے اعتبار سے ہوتی ہے، جوں جوں ایمان قوی وضعیف ہوتا ہے توں توں یہ بھی قوت وضعف سے ہمکنار ہوتی ہے، جس خوش نصیب کا ایمان قوی ہوگا اس کی فراست بھی زیادہ قوی ہوگی۔

دوسری قسم: مشقی فراست۔ یہ فراست بھوک، شب بیداری اور خلوت کی مشقتیں برداشت اور ان کی مشق وتمرین سے آتی ہے۔

مشقی فراست کا فائدہ یہ ہے کہ نفس جب اپنے بوجھل ومثقل بنا دینے والی اشیاء سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو جس قدر علیحدگی ہوتی ہے اسی قدر اس کے لیے کشف کا دروازہ کھل جاتا ہے، یہ نوع ایمان کے ساتھ

مختص نہیں ہے بلکہ مومن وکافر ہرایک کو حاصل ہوسکتی ہے، اوراس کی قوت اس کے ذرائع کے تابع ہے۔

اس میں ایمان و ولایت پر کوئی دلالت نہیں اور نہ ہی اس کے ذریعہ کشف حق یا سیدھی راہ تک پہنچنے میں مدد لی جاسکتی ہے، یہ چیز امراء، اطباء، اور اصحاب صنعت وحرفت کو اپنے امور اور فن میں معرفت ومہارت کے اعتبار سے حاصل ہوجایا کرتی ہے۔

تیسری قسم: فراست خلقیہ ہے: یہ اخلاق ظاہر یہ سے اخلاق باطنیہ پر استدلال کرنے سے عبارت ہے بایں سبب کہ ان دونوں کے مابین باقتضاء حکمت الٰہیہ ایک قسم کا ربط پایا جاتا ہے، مثلاً: آنکھوں کی نیلگونی سے مکروفریب، چالبازی اور خباثت پر استدلال کرنا اور سینے کی کشادگی سے اخلاق کی وسعت اور بردباری پر دلیل پکڑنا وغیرہ۔ یہ نوع بھی نوع سابق ہی کی طرح ہے کہ اس کے ذریعہ ایمان وکفر اور ولایت وعداوت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

صاحب المنازل کا خیال یہ ہے کہ فراست پوشیدہ اُمور سے انسیت حاصل کرنا ہے اور اس (فراست) کے ذریعہ غائب پر موجود کے قیاس کا قصد کیا جاتا ہے، یہ چیز مومن وکافر کے درمیان مشترک ہے، مثلاً: بجلی کی کڑک اور چمک سے بارش کے نزول اور مریض کی ظاہری حالت سے ڈاکٹر کا مرض پر استدلال کرنا وغیرہ۔

موصوف (صاحب المنازل) کے نزدیک فراست کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ: شاذ ونادر طاری ہونے والی فراست، مثلاً جو عمر بھر میں کسی شخص کی زبان پر ایک ہی مرتبہ واقع ہوتی ہے۔ یہ فراست ان کے نزدیک ان غافلوں کے ساتھ خاص ہے جنھیں اللہ تعالیٰ کے ذکر وفریب سے انسیت نہیں ہوتی، گویا یہ بے تیر کے شکار کے مثل ہے۔

دوسرا درجہ: ایمانی پودے سے چنی جانے والی فراست کا ہے جو صدق حال کے تابع ہوتی ہے، جس قدر حال صدق وصفا سے ہمکنار ہوتا ہے اسی قدر یہ فراست قوی ہوتی جاتی ہے۔ یہ فراست موصوف (صاحب المنازل) کے نزدیک اہل ایمان کے ساتھ مختص ہے جس میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

تیسرا درجہ: سرّی فراست کا ہے، اس کے ذریعہ اللہ کا منتخب وپسندیدہ ولی بندہ پوشیدہ اُمور کی کبھی صراحتاً خبر دیتا ہے اور کبھی وہ اشارے ہی پر اکتفا کرتا ہے، وہ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ اسے اپنی حالت کو پوشیدہ رکھنے یا نااہلوں کو اس کے متعلق کچھ نہ بتلانے کی خبر دی جا چکی ہوتی ہے، علاوہ ازیں دوسرے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔ صاحب ''منازل السائرین'' کے نزدیک فراست کی یہی تیسری نوع سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

مگر ان کا یہ دعویٰ غیر معقول ہے، کیوں کہ جادوگر، کاہن اور نجومی وغیرہ بھی کبھی غیبی خبریں دے دیا کرتے ہیں اور ان تمام کے احوال شریعت کی رو سے قابل مذمت ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص بھی کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور اس نے اس کے قول کی تصدیق بھی کر لی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا۔''

مذکورہ باتیں سامنے رکھتے ہوئے یہ دیکھیے کہ فراست کے تعلق سے صوفیوں نے غلو سے کام لیتے ہوئے اسے معرفت کا اساسی مصدر بنا کر مذہبی اُمور میں اسے فیصل قرار دے لیا ہے، حالانکہ فراست اگر ایمانی ہے تو صاحب فراست اس کے صدق کو وقوع کے بغیر نہیں جان سکتا۔ نیز اس (صاحب فراست) کے یقین کے لیے اس (فراست) کو شریعت پر پیش کیا جانا ضروری ہے تا کہ اس کے حق باطل اور اس پر منفی ومثبت ہونے کا حکم لگایا جا سکے، اغلب یہ ہے کہ دلیل اپنے باطل یا حق ہونے پر اس طرح دلالت نہیں کرتی کہ فراست کا ترجیحی پہلو واضح طور پر سامنے آسکے، اسی لیے یہ نہیں جانا گیا کہ نبی ﷺ نے کسی کی جان، مال، عزت یا نسب اور عقل وفہم پر فراست کے ذریعہ حکم لگایا ہو، بلکہ دلائل وشہادت کی بنیاد پر بھی آپ نے ایسا نہ کیا۔ فراست کے

(باقی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

علامہ عبدالعزیز میمن راجکوٹی رحمہ اللہ

عبدالرشید عراقی

مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمہ اللہ (سابق رفیق ندوۃ المصنفین، دہلی) نے ایک دفعہ دوران تقریر فرمایا:

''ہندوستان میں عربی ادب کے تین جلیل القدر علماء پیدا ہوئے اور وہ تھے: علامہ عبدالعزیز میمن راجکوٹی، مولانا ابو عبداللہ محمد بن یوسف سورتی اور مولانا عبدالمجید حریری بنارسی۔ اور یہ تینوں علمائے کرام مسلکاً اہل حدیث تھے۔''

عربی ادب میں علامہ عبدالعزیز میمن کا جو مرتبہ و مقام ہے اس کا اعتراف عالم اسلام اور برصغیر (پاک و ہند) کے نام ور علمائے کرام اور ادباء وفضلا نے کیا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) فرماتے ہیں:

''حجۃ اللغۃ العربیۃ ومفخرۃ القارۃ الہندیہ اس عہد میں عربی زبان و ادب میں سند کا درجہ رکھنے والے اور براعظم ہند و پاک کے لیے سرمایہ فخر و نازش۔''

اس کے ساتھ ہی مولانا علی میاں لکھتے ہیں:

''ملک کی تقسیم ہوئی تو میں حجاز میں تھا۔ میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک سوڈانی عالم میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا کہ پاکستان کا صدر کس کو بنایا گیا۔ میں نے کہا مسٹر جناح کو۔ کہنے لگے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جس ملک میں عبدالعزیز میمن جیسا یگانہ روزگار فاضل موجود ہو وہاں کسی دوسرے کو صدر بنایا جائے۔

اس سے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی شہرت کہاں کہاں تک پہنچ چکی تھی اور عرب ممالک کے اہل علم اور اہل ذوق کے دلوں میں ان کی کیا قدر و منزلت تھی۔''

(پرانے چراغ: ۲/۲۴۲)

شام کے ڈاکٹر الفحام لکھتے ہیں:

''علامہ عبدالعزیز میمن عربی زبان کے اسرار و دقائق سے واقف تھے، اس کی سحر انگیزی اور اعجاز بیان کے راز دان تھے۔ اُنھوں نے عربی زبان کو بام عروج پر پہنچایا۔ اور اسے روشنی کا مینار بنا کر پیش کیا، محققین کے لیے راہ ہموار کردی۔ شاندار تصانیف سے نوازا، تحقیق کے اس مقام تک پہنچے جہاں ہر کسی کے لیے پہنچنا آسان نہ تھا۔ اُنھوں نے اپنے ان کارناموں میں تفرق اور امتیاز حاصل کیا اور اولیت اور سبقت کی۔ اور بہت سے قیمتی موتی اور جواہر سے آشنا کیا۔ عرب ذخائر کو کھنگال کر جو ہر نایاب فراہم کر دیا۔''

(علامہ عبدالعزیز میمن (سوانح اور علمی خدمات)، ص: ۳۲۴)

راغب مرادآبادی نے درج ذیل قطعہ تاریخ لکھا:

علامہ زماں تھے عبدالعزیز میمن
سرخیل عالماں تھے عبدالعزیز میمن
عشق ان کو تھا زباں سے سرکار دوجہاں کی
ناز جہانیاں تھے عبدالعزیز میمن
شبلی کی ہم جلیسی حالی کی ہم نشینی
خوش بخت و کامراں تھے عبدالعزیز میمن
ان کے کمال کی تھی مصر و عرب میں شہرت
بے مثل نکتہ داں تھے عبدالعزیز میمن

عمر طویل اپنی تدریس میں بسر کی
امر گہر افشاں تھے عبدالعزیز میمن
تقریریں ان کی اب تک ہیں خلد گوش راغب
''گلبار خوش بیاں'' تھے عبدالعزیز میمن
(۱۳۹۸ھ)

ولادت وابتدائی حالات:

علامہ عبدالعزیز میمن ۱۸۸۸ء میں قصبہ گوندل (مضافات راج کوٹ، گجرات کاٹھیاوار) میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا اسم گرامی شیخ عبدالکریم ربانی تھا۔جنھوں نے ۹۳ سال کی عمر میں ۱۹۵۹ء میں راجکوٹ میں وفات پائی۔

علامہ عبدالعزیز نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔قرآن مجید ناظرہ اور اُردو و گجراتی زبان کی کتابیں اپنے والدمحترم سے پڑھیں۔سات سال کی عمر میں اپنے چچا کے پاس جونا گڑھ چلے گئے اور تین سال ان کا قیام جونا گڑھ میں رہا۔جونا گڑھ کے قیام میں آپ نے بعض دینی کتابیں مدرسہ مہابت خاں میں پڑھیں۔جب آپ کی عمردس سال کی ہوئی تو آپ کے والدمحترم نے آپ کو راج کوٹ واپس بلالیا۔اورآپ نے اُردو و فارسی کی مروجہ دینی کتب اپنے والد محترم سے پڑھیں۔

سفر دہلی:

دہلی اس عہد میں علم وفن کا مرکز تھا۔دور دور سے تشنگانِ علم دہلی آتے اوراپنی علمی پیاس بجھاتے،چنانچہ راج کوٹ میں تین سال قیام کے بعد علامہ عبدالعزیز میمن کے والد نے انھیں حصول تعلیم کے سلسلہ میں دہلی بھیج دیا۔اس وقت علامہ کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔علامہ میمن بیان کرتے ہیں:

''اس کم عمری میں میرے والد نے بغیر کسی مناسب انتظام کے توکلاً علی اللہ مجھے دہلی بھیجا تھا۔''

اساتذہ:

علامہ عبدالعزیز میمن نے دہلی اوردوسرے شہروں میں جن اساتذہ کرام سے مختلف علوم اسلامیہ میں اکتساب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱: مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی (م۱۹۳۲ء)
۲: مولانا عبدالجبار عمرپوری (م۱۹۱۷ء)
۳: مولانا عبدالرحمٰن پنجابی (م۱۹۴۵ء)
۴: مولانا حافظ نذیر احمد خاں دہلوی (م۱۹۱۲ء)
۵: مولانا محمد اسحاق رام پوری
۶: علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی (م۱۳۲۷ھ)
۷: مولانا محمد بشیر سہسوانی (م۱۳۲۶ھ)
۸: مولانا فضل حق رام پوری (م۱۹۴۰ء)
۹: شیخ محمد طیب عرب مکی
۱۰: مولوی عبدالعزیز
۱۱: مولانا سید اولاد حسین شاداں بلگرامی (م۱۹۴۸ء)
۱۲: مولانا سید احمد حسین امروہی (م۱۹۱۲ء)

منشی فاضل اورمولوی فاضل کے امتحانات میں کامیابی:

۱۹۱۱ میں علامہ عبدالعزیز میمن رام پور میں مقیم تھے۔اور رام پور کے قیام کے دوران ۱۹۱۱ء میں منشی فاضل اور ۱۹۱۳ء میں مولوی فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیے۔اور دونوں امتحانات میں تمام طلبا سے زیادہ نمبر لیے۔اسی دور میں انگریزی اورفلسفہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔

مختلف شہروں میں قیام:

علامہ عبدالعزیز حصول تعلیم اور بسلسلہ تدریس وملازمت برصغیر کے درج ذیل مختلف شہروں میں اقامت گزین رہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱: دہلی میں (بحیثیت طالب علم) ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۹ء
۲: امروہہ اوررام پور میں (بحیثیت طالب علم) ۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۳ء
۳: پشاور میں (پروفیسر عربی ایڈورڈ مشن کالج) ۱۹۱۳ تا ۱۹۲۰ء

۴: پہلا قیام لاہور (اُستاد عربی اورینٹل کالج) ۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۵ء
۵: علی گڑھ میں (پروفیسر عربی مسلم یونیورسٹی) ۱۹۲۵ء تا ۱۹۵۴ء
۶: کراچی میں (صدر شعبہ عربی جامعہ کراچی) ۱۹۵۴ء تا ۱۹۶۴ء
۷: دوسرا قیام لاہور (صدر شعبہ عربی اورینٹل کالج) ۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۶ء
۸: دوسرا قیام کراچی وحیدر آباد (تصنیف وتالیف) ۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۸ء

تلامذہ:

علامہ عبدالعزیز میمن کی تدریسی عمر نصف صدی پر محیط ہے۔آپ نے پشاور، لاہور، علی گڑھ اور کراچی کی جامعات میں تدریسی خدمات انجام دیں۔آپ سے بے شمار حضرات مستفید ہوئے۔ان میں سے بعض تلامذہ نے وہ علمی وادبی خدمات انجام دیں جن کا تذکرہ ان شاءاللہ العزیز رہتی دنیا تک رہے گا، مثلاً:

۱: ڈاکٹر مختار الدین احمد (سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، سابق وائس چانسلر جامعہ اُردو علی گڑھ، سابق وائس چانسلر مظہر الحق عربی فارسی یونیورسٹی پٹنہ) (م۲۰۱۰ء)
۲: ڈاکٹر خورشید احمد فارق (سابق صدر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی) (م۲۰۰۴ء)
۳: پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق (سابق صدر شعبہ عربی، فارسی واُردو، ناگپور یونیورسٹی)
۴: ڈاکٹر سید محمد یوسف (سابق صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی)
۵: ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (سابق صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی)
۶: ڈاکٹر سید احمد (سابق صدر شعبہ عربی پٹنہ یونیورسٹی) (م۱۹۷۳ء)
۷: ڈاکٹر ریاض الرحمٰن خاں شیروانی (سابق صدر شعبہ عربی کشمیر یونیورسٹی، سری نگر)
۸: ڈاکٹر نبی خاں بلوچ (سابق وائس چانسلر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)
۹: مولانا امتیاز علی خاں عرشی (سابق ناظم رضا لائبریری رام پور) (م۱۹۸۲ء)
۱۰: ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی (سابق پروفیسر فرگوسن کالج، پونا) (م۱۹۸۴ء)
۱۱: ڈاکٹر سید عبداللہ (سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور) (م۱۹۸۶ء)
۱۲: ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ (سابق صدر شعبہ عربی اورینٹل کالج، لاہور) (م۱۹۷۷ء)
۱۳: پروفیسر سید محمد سلیم (سابق پرنسپل اورنٹیل کالج ہالہ) (م۲۰۰۰ء)
۱۴: ڈاکٹر سید اختر امام (سابق صدر شعبہ عربی سیلون یونیورسٹی، سری لنکا) (م۱۹۹۳ء)
۱۵: حکیم مولوی عبداللہ خاں نصر سوہدروی (سابق پروفیسر طبیہ کالج، علی گڑھ) (م۱۹۷۶ء)

مسلک اور عقیدہ:

علامہ عبدالعزیز میمن کے والد محترم عبدالکریم کا تعلق، جب کہ ان کی عمر ۱۹ سال تھی، مولوی عبدالخالق سے ہوا۔مولوی عبدالخالق، مولوی سلیمان جونا گڑھی سے مستفیض تھے۔اور مولوی سلیمان شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م۱۳۲۱ھ) کے شاگرد تھے۔شیخ عبدالکریم نے مولوی عبدالخالق کی صحبت سے اہل حدیث مسلک اختیار کرلیا۔اور مولوی عبدالخالق سے یہ عہد کیا کہ شادی کے بعد جو پہلی اولاد ہوگی اس کو دینی تعلیم اور عربی زبان کے لیے وقف کروں گا۔

چنانچہ جب علامہ میمن بغرض تعلیم دہلی تشریف لے گئے تو سب سے پہلے آپ نے ''مدرسہ کتاب السنۃ'' صدر بازار دہلی میں داخلہ لیا۔اس مدرسہ کے شیخ الحدیث اور بانی مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی (م۱۳۵۸ھ) تھے۔ان سے علامہ میمن نے خوب استفادہ کیا۔مولانا عبدالوہاب کے علاوہ علامہ میمن نے مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا عبدالجبار عمرپوری اور مولانا عبدالرحمٰن پنجابی سے مختلف علوم اسلامیہ میں اکتساب فیض کیا۔یہ چاروں علمائے کرام اہل حدیث تھے۔اور چاروں ہی شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

علامہ میمن تمام عمر مسلک اہل حدیث پر عامل رہے۔اور تمام مسالک کے علماء کا احترام کیا۔

عادات وخصائل

عادات وخصائل کے اعتبار سے علامہ عبدالعزیز میمن بڑے اعلیٰ و ارفع تھے۔ان کا تعلق ایک متوسط درجے کے خاندان سے تھا۔ان کی زندگی انتہائی سادہ اور بے جا تکلفات سے پاک تھی۔آپ علم وفضل کے اعتبار سے بین الاقوامی شہرت کے حامل تھے۔

علامہ میمن کا لباس بہت سادہ ہوتا تھا۔عموماً کرتا پاجامہ استعمال کرتے تھے۔ باہر جانا ہوتا تو شیروانی استعمال کرتے تھے۔ان کی خوراک بہت سادہ ہوتی تھی۔مرغن غذا سے پرہیز کرتے تھے۔زیادہ گوشت نہیں کھاتے تھے۔سبزیوں کے شوقین تھے۔رات کے کھانے میں دودھ بھی ہوتا تھا۔علامہ میمن کی پوری زندگی سادگی اور سخت کوشی و خودداری سے عبارت تھی۔

حقہ نوشی کا آخر تک شوق رہا۔جگہ جگہ سے اچھا تمبا کو منگواتے تھے۔ابتدائے عمر سے سحر خیز تھے۔وہ اول وقت (غلس) میں نماز فجر ادا کرتے تھے اور صبح کی سیر کی ان کو بچپن سے ہی عادت تھی۔روزانہ دو تین میل سیر کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انھیں قوت حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ایک لاکھ کے قریب عربی اشعار از بر تھے۔استغنا اور خودداری کے اوصاف سے متصف تھے۔حق گوئی اور بیباکی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔گفتگو کے دوران بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے۔جو ان کے دل میں ہوتا وہی زبان پر لاتے۔تلامذہ سے بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔علامہ میمن کو کتابوں سے بچپن ہی سے محبت تھی۔ان کے کتب خانے میں نایاب ونادر کتابوں کا کافی ذخیرہ جمع تھا۔آپ کا زیادہ وقت مطالعہ میں گزرتا۔

علامہ میمن کی ابتدائی زندگی عسرت میں گزری۔لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے خوشحال کردیا۔آپ نے اپنی بہت سی دولت عطیات کی شکل میں تعلیمی اداروں کو خود دی۔

لاہور میں مولوی شمس الدین تاجر کتب سے تعلق:

مولوی شمس الدین چوک لوہاری مسلم مسجد کے نیچے کتابوں کی دکان کرتے تھے۔ان کی دکان پر نئی کتابوں کے مقابلے میں پرانی کتابیں زیادہ ہوتی تھیں۔وہ پرانی کتابیں لوگوں سے خریدتے اور اُن کی نئی اعلیٰ جلدیں بنوا کر لائبریری اور شائقین کتب کے ہاں فروخت کرتے تھے۔مولوی شمس الدین پاکستان کے تاجران کتب میں اپنی علمی فیض رسانی، مخطوطات اور نادر کتب کی معلومات کے حوالے سے منفرد ترین تاجر کتب تھے۔ان کا انتقال ۲۱ جنوری ۱۹۶۸ء کو لاہور میں ہوا۔ضمناً ان کے مختصر حالاتِ زندگی نذرِ قارئین ہیں۔

مولوی شمس الدین علاقہ پونچھ (آزاد کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ان کا سن ولادت ۱۹۱۶ء ہے۔بچپن ہی میں ان کے والدین وفات پا گئے۔رشتہ داروں نے ان سے اچھا سلوک نہ کیا تو یہ وزیر آباد آگئے۔وزیر آباد میں کچھ مدت قیام کے بعد مولوی شمس الدین نے لاہور کا رُخ کیا۔اور مسجد حوراں والی میں قیام پذیر ہو گئے (مسجد حوراں والی شاہ عالم مارکیٹ کے نواں بازار میں ہے)۔مولوی شمس الدین کئی سال اس مسجد میں خادم اور امام کی حیثیت سے مقیم رہے۔ وہاں مسجد کے قریب ایک بزرگ خلیفہ نصیر الدین رہتے تھے جو طلباء کو عربی اور فارسی پڑھاتے تھے۔ مولوی شمس الدین نے ان کی شاگردی اختیار کر لی۔وہ زیادہ علم تو نہ حاصل کر سکے لیکن کتابوں سے ان کا خاص تعلق پیدا ہو گیا۔چنانچہ آپ محنت مزدوری کر کے کتابیں خریدتے اور آگے شائقین میں فروخت کرتے۔ اس کاروبار سے مولوی شمس الدین کو کتابوں کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہو گئیں۔

بقول مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾، اگر آئینہ قلب صاف ہو اور نیت زنگ آلود نہ ہو، تو قدم خود بخود کامرانی کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔اور مستقبل کی راہ بہت جلد متعین ہو جاتی ہے۔مولوی شمس الدین نے خلوص کی دولت کے سہارے اللہ کا نام لے کر محدود پیمانے پر کام

شروع کیا۔اور بہت جلد شہرت کی بلندیوں تک پہنچ گئے۔وہ قول کے پکے اور کردار کے سچے تھے۔ایسا تو ہوا کہ وہ خود دھوکے میں آ گئے مگر دوسرے کو کبھی دھوکے میں نہیں لائے یہ ان کے خلوص کی علامت اور سچائی کی دلیل تھی۔

مولوی صاحب کھلے دل کے آدمی تھے۔جس نے جو کتاب مانگی دے دی، قیمت کا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔اس نے جو بھی چاہا دے دیا اور مولوی صاحب نے لے لیا۔قیمت کے لیے جھگڑا کرنا یا اِدھر اُدھر کی بات کرنا یا فوری طور پر مانگنا اور تاخیر پر ناراض ہونا وہ جانتے ہی نہ تھے۔وہ وضع دار اور رکھ رکھاؤ کے آدمی تھے۔بے حد منکسر المزاج اور نرم طبع، جو شخص ان کے دکان پر پہنچا اور ان سے ملا اس سے اس طرح اپنائیت کا اظہار کیا۔مولوی صاحب کی دکان اہل علم کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی تھی۔

قیام لاہور کے دوران علامہ عبدالعزیز میمن بھی ہر ہفتے مولوی شمس الدین کی دکان پر جاتے۔جہاں نہ صرف نادر کتب ومخطوطات کا ذکر ہوتا۔بلکہ اہل علم وتحقیق علامہ میمن سے ملاقات کرتے۔مولوی شمس الدین کی وفات کے ایک ماہ بعد علامہ عبدالعزیز میمن لاہور تشریف لائے اور مولوی شمس الدین کی دکان پر تشریف لے گئے۔وہاں آپ نے عالم اسلام کے مفید ونادر کتب کے تاجروں اور کتابوں کے بارے میں معلومات فزا گفتگو فرمائی۔(علامہ میمن کی یہ تقریر ٹیپ کی گئی جسے محمد عالم مختار حق نے اپنی کتاب ''نذر شمس'' میں چھاپ دیا ہے۔)

علامہ میمن نے اپنی تقریر میں مولوی شمس الدین مرحوم کے بارے میں فرمایا:

''مولوی شمس الدین صاحب نے جو زمانہ پایا اور اس زمانے کے ساتھ اپنا تعلق جس خوبصورتی سے انھوں نے نبھایا اور جو نتیجہ نکلا وہ ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ بال بچوں کے پاس کچھ نہیں، اپنے پیچھے کچھ نہیں چھوڑ گئے جو کماتے اس سے زیادہ اپنے دوستوں کو کھلا دیتے۔میں ہمیشہ جب آتا تھا تو انھیں کچھ ملامت بھی کیا کرتا تھا کہ اس طرح زندگی کیسے گزرے گی۔مگر اُنھوں نے کبھی پروا نہیں کی، مجھے کہتے:''وقت چل جائے گا کوئی بات نہیں۔''

(علامہ عبدالعزیز میمن (سوانح اور علمی خدمات)،ص:۱۷۶)

علامہ میمن کی رحلت:

۲۷/اکتوبر ۱۹۷۸ء بروز جمعرات علامہ میمن نے کراچی میں رحلت فرمائی۔اور سوسائٹی قبرستان (واقع طارق روڈ) میں دفن ہوئے،اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تصانیف وتالیفات:

علامہ عبدالعزیز میمن کی تصانیف وتالیفات کا موضوع ادب و تاریخ اور نثر ونظم اور لغت ہے۔تصانیف کے صرف ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے:

۱: الاختیار من اشعار المتنبی والبحتری وابی تمام جرجانی .
۲: دیوان الافوہ الاودی .
۳: دیوان الشنفری الازدی .
٤: دیوان ابراھیم الصولی .
٥: دیوان کعب بن زھیر .
٦: دیوان حمید بن ثور الھلالی .
۷: دیوان سحیم بن عبد الحسحاس .
۸: دیوان توبة من الحمیر ولیلی الاخلیة .
۹: زیادات دیوان شعر المتنبی
۱۰: نظرة علی دیوان شعری النعمان بن بشیر وبکر الدلفی .
۱۱: سمط اللآلی . (۲ جلد)
۱۲: النتف من شعر ابن رشیق وزمیله ابن شرف القیروانیین .

١٣:ابــواب مــختــارــة مـن كتـاب ابـى يـوسف الاصبهانى .
١٤:ابو العلاء وما اليه .
١٥: فائت شعر ابى العلاء .
١٦: المستجاد من فعلات الاجواد للتنوخى .
١٧: كتـاب مـااتفق لفظه واختلف معناه من القرآن المجيد .
١٨: مقالة "كلا" .
١٩: رساله ابن العربى الى فخر الرازى .
٢٠: ماتلحن فيه العرام لكسائى .
٢١: نسب عدنان و قحطان .
٢٢: الزهر الجنى من رياض الميمنى .
٢٣: حياة ابن رشيق .
٢٤: رسالة الملائكة لابى العلاء المعرّى .
٢٥: نظرة فى النجوم من "اللزوم" .
٢٦: اقليد الحزانة .
٢٧: خلاصة السير .
٢٨: نقد لسان العرب .
٢٩: النكت على خزانة الادب . (١٠جلد)
٣٠: "جاويدان خرد" (اقدم كتاب فى العالم) .
٣١: كتاب المداخل لابى عمر الزاهد .
٣٢: مـعـجم الامثال السائرة والايام الدائرة والبنين والبنات والآباء الامهات والذوين والذوات .
٣٣: كتاب المنقوص والمدود للفراء .

(جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، مطبوعہ بنارس (طبع دوم ۱۹۹۲)ص: ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۴۷، ۶۵۳)

٣٤: اسماء جبال وتهامة .
٣٥: فهارس سمط اللآلى .
٣٦: الوحشيات .
٣٧: التنبيهات على اغاليط الرواة .
٣٨: حـاشيـه ابـن بـرى وابن ظفر الصقلى على درة الغواص .

(علامہ عبدالعزیز میمن(سوانح و علمی خدمات)ص: ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۰)

۞۞۞

بقیہ : اللہ تعالیٰ اور بندے کی آپس ......

کھانا ہے۔ کیوں کہ اس پہلے فرمایا گیا ہے:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ﴾[الانفال:۱۷]

''پس تم نے انھیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انھیں قتل کیا۔''

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انھوں نے کوئی تیر وغیرہ چلایا ہی نہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ وہ اصحابِ ''جمع بین القربین'' تھے۔ کیوں کہ یقینی طور پر اور بہ ذات خود انھوں نے یہ افعال سرانجام دیے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ صوفیوں کی ایسی تقسیم اور حدیث مذکورہ بالا سے مخصوص قربِ فرائض اور قربِ نوافل مراد لینا باطل ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واكمل . وصـلـى الـلّٰـه تعالى على خير خلقه محمد وعلٰى اله و صحبه وسلم تسليما كثيرا .

۞۞۞

مقالات علمیہ

قسط نمبر ⑪ آخری

اللہ تعالیٰ اور بندے کی آپس میں محبت

اوراہل السنۃ والحدیث کے نزدیک اس کا معنی

موہب الرحیم

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے اسباب وذرائع:

①...... تقویٰ ۔ ②...... احسان ۔ ③......انصاف۔ ④......توبہ۔ ⑤...... پاکیزگی۔⑥......توکل۔⑦......سیسہ پلائی دیوار کی طرح جم کر اس کے راستے میں قتال۔⑧......صبر۔

یہ اسباب قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں:

❁......﴿وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ [البقرة: ١٩٥]

''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو، اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁......﴿وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ٥ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ٥﴾ [آل عمران: ١٣٣، ١٣٤]

''اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی طرف سے بخشش کی جانب اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے، جو خوش حالی وتنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو چھپاتے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁......﴿وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾[آل عمران: ١٤٨]

''اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁......﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾[المائدة:١٣]

''اُنھیں معاف کر دے اور ان سے درگزر کر، بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁......﴿ فَاَتِمُّوْۤا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾[التوبة: ٤]

''ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو، بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁......﴿ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِیْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾[التوبة:٧]

''جب تک وہ تمھارے لیے مستقیم رہیں تم بھی ان کے لیے پوری طرح قائم رہو، بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁......﴿بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ٥﴾[آل عمران:٧٦]

''بلکہ جس نے وعدہ کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو یقیناً اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁......﴿ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾[المائدة:٤٢]

''اور اگر تُو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ

کر، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁.....﴿وَاَقْسِطُوا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

[الحجرات: ۹]

''اور انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁.....﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَo﴾

[الممتحنة: ۸]

''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁.....﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

[البقرة: ۲۲۲]

''بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور خوب طہارت اختیار کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔''

❁.....﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَّهِّرِيْنَ﴾[التوبة: ۱۰۸]

''اور اللہ خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁.....﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾[آل عمران: ۱۵۹]

''پھر جب تُو پختہ ارادہ کرلے تو اللہ پر توکل کر، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁.....﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌo﴾[الصف: ٤]

''بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر یوں لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں۔''

❁.....﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾[آل عمران: ١٤٦]

''اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

معلوم ہی ہے کہ اسم فاعل صفت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ''یحب'' مضارع کا صیغہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو بھی ان اسباب کو اپنائے گا، اللہ اس سے محبت کرے گا۔

⑨......قرآن پاک کی تدبر کے ساتھ تلاوت کرنا: خباب بن ارت نے ایک شخص سے کہا:

"تقرب الى الله ما استطعت، واعلم انك لن تتقرب اليه بشيء هو احب اليه من كلامه." (السنة لعبد الله بن احمد بن حنبل: ١/ ١٤٣ وسنده صحيح)

''جتنی طاقت رکھتے ہو اتنی اللہ کی قربت اختیار کرو اور جان لو کہ تم کسی چیز سے اللہ کے قریب نہیں ہو سکتے جو اس کی طرف اس کے کلام سے زیادہ محبوب ہو۔''

⑩......سچی بات کرنا، امانت ادا کرنا اور پڑوسی کو تکلیف نہ دینا: رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

((من كان منكم يحب ان يحبه الله ورسوله فليصدق الحديث وليؤد الامانة ولايؤذجاره.))

(السلسلة الصحيحة: ٦/ ١٢٦٥)

''تم میں سے جو یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے وہ بات سچی کرے اور امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے۔''

⑪......فرائض اور نوافل کے ساتھ اللہ رب العزت کا قرب حاصل کرنا: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ماتقرب الي عبدي بشيء احب الي مما افترضت عليه ، وما يزال عبدي يتقرب الي بالنوافل حتى احبه ، فاذا احببته كنت سمعه الذي يسمع وبصره الذي يبصربه ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها . "

(صحيح بخاري ، رقم: ٦٥٠٢)

''کسی چیز کے ساتھ میرا بندہ میرے قریب نہیں ہوتا جو مجھے اس سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔اور میرا بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔اور جب میں کسی سے محبت کرنے لگوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اوراس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔''

گزشتہ تمام اسباب برائے حصول محبتِ الٰہی یا تو فرائض کی طرف راجع ہوں گے یا نوافل کی طرف۔اور اس حدیث قدسی میں ہردو اقسام کا ذکر ہے۔اورانھی دوقسموں کے کام کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے،یعنی فرائض اورنوافل۔ان دونوں اقسام کا تعین صرف اللہ اوراس کا رسول ہی کرسکتا ہے۔

جن چیزوں کو اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے فرض یا نفل قرار نہیں دیا ان سے تقرب حاصل نہیں ہوتا ، اسی لیے اتباعِ نبی ،اللہ کی محبت کے حصول کی بنیادی شرط ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo﴾

[آل عمران: ٣١]

''کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہوں کو بخش دے گا۔''

جنید بغدادی کہتے ہیں:

"الطرق كلها مسدودة على الخلق الاعلى من اقتضى اثر الرسول واتبع سنته ولزم طريقته . "(حلية الاولياء: ١٠/ ٢٥١)

''مخلوق پر تمام راستے بند ہیں سوائے اس کے جس نے رسول اللہ ﷺ کے راستے کو چنا ،آپ ﷺ کی اتباع کی اورآپ ﷺ کے طریقے کو لازم پکڑا۔''

تو جو شخص رسوماتِ جاہلیہ ، بدعات شرکیہ ،خرافاتِ صوفیاء اور محدثات محرّ مہ کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرے اس کی سعی لا حاصل ہے۔

قرب نوافل اورقرب فرائض وغیرہ اصطلاحیں:

یاد رہے ان فرائض ونوافل سے صوفیوں کی ایک جماعت وہ معتبر معنی مراد نہیں لیتی جو عامۃ المسلمین اور ان کے ائمہ مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قربِ فرائض اور قربِ نوافل الگ الگ اصطلاحیں ہیں۔

قرب فرائض میں انسان کی طرف سے رب کی جانب صعود ہوتا ہے اور بندہ اللہ کے اعضاء بن جاتا ہے اورقربِ نوافل میں اللہ نزول فرماتا ہے اورانسان کے اعضاء بن جاتا ہے۔

بعض صوفی ایک اوراصطلاح کا بھی اضافہ کرتے ہیں جس کو''جمع الجمع'' کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ سالک کے پاس یہ دونوں مقام ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی مرضی سے قربِ نوافل سے قربِ فرائض اورقربِ فرائض سے قربِ نوافل میں تحکم نہیں کرسکتا ، جب کہ جو دونوں میں بیک وقت تحکم بھی کرسکے تو وہ صاحبِ مقام "احدية الجمع " کہلاتا ہے۔صوفیوں اوررافضیوں کے بقول یہ مرتبہ صرف انبیاء علیہم السلام اوراہل بیت کو حاصل ہے۔وہ اس پر استشہاد ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾[الانفال:١٧]اور﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾[الفتح:١٠]وغیرہ آیات سے

کرتے ہیں۔

صوفیوں کی ایک جماعت تیسرے مقام پر''جمع بین القربین'' کی اصطلاح استعمال کرتی ہے۔جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ انسان نہ تو اپنے آپ کو فاعل پاتا ہے نہ اپنے اعضاء پاتا ہے، بلکہ سب سے فنا ہو کر صرف اللہ ہی پاتا ہے۔

اس حدیث میں قربِ فرائض اور قربِ نوافل وغیرہ اصطلاحیں ہرگز مراد نہیں۔اور اس سے اگلے دو درجوں کا تو حدیث میں ذکر تک نہیں۔

تارک فرائض جو ہر طرح کے فرض کو ترک کرنے والا ہو، اسے نوافل سے قرب حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جب کہ صوفیوں کے نزدیک قربِ فرائض جس کے پاس نہ ہو اس کے پاس قربِ نوافل ہو سکتا ہے کہ وہ رب تعالیٰ کو اپنے اعضاء پاتا ہے اور خود کو فاعل۔ باعثِ تعجب یہ امر ہے کہ یہ اعضاء، جو ان کے مطابق اللہ کے اعضاء ہوتے ہیں، حلال حرام کی تمیز کیے بغیر ہر قسم کے افعال میں استعمال ہوتے ہیں۔

جب کہ اہل السنۃ والحدیث اور جمہور ائمۃ المسلمین کے مطابق اللہ کے سمع وبصر بن جانے سے مراد قلّتِ گناہ ہے کہ اعضاء اللہ کی رضا کے مطابق ہی استعمال ہوتے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ قربِ نوافل اور قربِ فرائض کی اصطلاح ماننے والوں اور وحدۃ الوجود کے قائلین میں تلازم نہیں کہ جو بھی ان میں سے کسی ایک اصطلاح کا قائل ہوگا تو وہ ان کے دوسرے عقائد کا بھی قائل ہوگا۔ایسا نہیں ہے، بلکہ بہت سے ایسے لوگ جو وحدۃ الوجود کے قائل نہیں بلکہ فنا کا اعتبار کرتے ہوئے مذکورہ اصطلاح کو درست مانتے ہیں۔ جب کہ وحدت الوجودیوں کے نزدیک تو قرب کی اصلاً حیثیت ہی کوئی نہیں کہ جب قریب ہونے والا اور جس کے قریب ہوا جا رہا ہے، ان میں کوئی دوئی ہی نہیں......!!!

''انتباہ فی سلاسل اولیاء'' میں احمد شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے عبدالاحد کے تین رسائل ذکر کیے ہیں۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ احمد سرہندی کے والد ہیں۔کیوں کہ شاہ صاحب تذکرہ بھی نقشبندیوں کے سلسلے کا کر رہے ہیں۔ان میں سے ایک رسالہ میں عبد الاحد صاحب لکھتے ہیں (ترجمہ):

> ''میرے بھائی شیخ کبیر جان لیں کہ قربِ نوافل اس سے عبارت ہے کہ سالک اپنے آپ کو فاعل پائے اور حق تعالیٰ کو اپنے اعضاء، چنانچہ''بی یسمع وبی یبصر''اسی کی طرف اشارہ ہے۔اور قربِ فرائض یہ ہے کہ سالک اپنے تئیں جوارح پائے اور حق تعالیٰ کو فاعل (یعنی انسان کے اعضاء اور حق تعالیٰ فاعل) جیسے (الحق ینطق علی لسان عمر) ''حق تعالیٰ عمر کی زبان پر بولتا ہے''اسی کی طرف اشارہ ہے۔اور یہ قرب قربِ سابق کے برخلاف سالک کے وجود کے فنا کا فائدہ دیتا ہے۔دونوں قربوں کی جمع''جمع بین القربین'' یہ ہے کہ سالک خود سے کچھ نہ پائے نہ جوارح نہ فاعل......اور یہ آیت کریمہ ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ ''اور جب تُو نے پھینکا تو تُو نے نہیں پھینکا اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا''،تینوں مقامات کی خبر دیتی ہے؛ ﴿وَمَا رَمَيْتَ﴾ قربِ فرائض، ﴿إِذْ رَمَيْتَ﴾ قربِ نوافل سے کنایہ ہے، جب کہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ دونوں قربوں کے درمیان جمع ہے۔''

(انتباہ فی سلاسل اولیاء (مترجم)،ص:۷۰،۷۱)

یہ کلام کئی وجوہ سے قابلِ نقد ہے۔بعض وجوہات کا ذکر درج ذیل ہے، تفصیل کسی اور موقع کے لیے اٹھا رکھتے ہیں، ان شاء اللہ۔

① ......عبدالاحد صاحب کا یہ کہنا کہ''قربِ نوافل اس سے عبارت ہے کہ سالک اپنے آپ کو فاعل پائے اور حق تعالیٰ کو اپنے اعضاء، چنانچہ''بی یسمع وبی یبصر''اسی کی طرف اشارہ ہے''بالکل غلط ہے۔

خود سے اصطلاحات وضع کر کے رسول اللہ ﷺ کے کلام کو اس کے مطابق بیان کرنا صریح تحریف ہے۔اہل ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے معانی کو جانا جائے اوران کی حدود سے واقفیت حاصل کی جائے کہ ان الفاظ میں کیا کیا چیزیں شامل ہوتی ہیں۔حدیث کے الفاظ صوفیوں کی اس اصطلاح میں بالکل بھی داخل نہیں ہوتے کہ اس حدیث کا سیاق ،منطوق اور سکوت عنہ سب اس کے منافی ہیں۔جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"انه لايقبل نافلة حتى تؤدى الفريضة."

(حلية الاولياء: ١/ ٥٦)

''بے شک اللہ نفل کو تب تک قبول نہیں کرتا جب تک فرض کوادانہ کرلیاجائے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بات پیش نظر حدیث کے موافق ہے۔اس حدیث میں بھی نوافل کوفرائض کے بعد بیان کیا گیا ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ نوافل اللہ کی محبت کے حصول کا سبب بنتے ہیں مگر تب جب پہلے فرائض کی ادائیگی ہو۔

جب کہ صوفیوں کے نزدیک قربِ فرائض ایک مخصوص معرفت کا نام ہے۔انھوں نے یہ بھی تمیز نہیں کی کہ وہ اپنے آپ کو فاعل اور حق تعالیٰ کو اعضاء پاتے ہوئے کون سے اعمال سرانجام دے گا!اس طرح وہ قربِ نوافل کا مرہونِ منت پائے گا۔اس قسم کے مجمل کلام سے وہ اعمال شرعیہ اوراعمالِ کونیہ میں تمیز نہیں رکھ سکے گا کہ اس کے اعضاء حق تعالیٰ اور خود فاعل ہے۔

②......''بی یسمع وبی یبصر'' کے جولفظ بیان کیے گئے ہیں،انھیں نہ امام بخاری نے اور نہ ہی دوسرے محدثین نے بیان کیا ہے، مثلاً:بیہقی ،ابن حبان، بغوی ، ابونعیم وغیرہم۔یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے ثابت ہی نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو کوئی ایک جگہ پر وہم ہوا ہے اور ان نے الفاظ کو بخاری کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ لفظ صحیح بخاری میں تو کیا،کسی بھی باسند روایت میں موجود نہیں۔

③......اپنے آپ کو فاعل پانے اور رب کو اعضاء پانے سے کیا مراد ہے؟

اگر یہ مراد ہے کہ سالک کوعلم ہوتا ہے کہ عمل میں کررہا ہوں اور میرے اعضاءاس وقت رب کے اعضاء ہیں۔تو اس صورت میں اس کا یہ علم خارج کے مطابق ہوگا یا فنا کے غلبے کی بنا پراس کو یہ گمان ہوگا، نہ کہ خارج میں ایسا ہوگا۔

اگر پہلی صورت مراد ہے تو یہ وحدۃ الوجود کے قائلین کا قول ہے جس سے ہرطرح کفرلازم آتا ہے۔

اوراگر دوسری صورت مراد ہے، اکثر کا قول بھی یہی ہے،جیسا کہ عبدالوہاب الشعرانی لکھتے ہیں:

"والنوافل عند اهل الطريق اشارة إلى فناء العبد فى شهود نفسه عند شهود ربه عزوجل." (الطبقات الكبرى، ص: ١٩)

''اورنوافل اصحابِ طریقت کے ہاں اپنے رب مشاہدے کے وقت بندے کا اپنے نفس کے مشاہدے میں فنا ہوجانے کی طرف اشارہ ہے۔''

تو یہ نیک لوگوں کا خاصہ نہیں ہے۔اس طرح اللہ کی محبت فاسق وفاجر کوبھی حاصل ہوجائے گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ اس شرط کے ساتھ ممدوح ہے کہ انسان میں تقویٰ وغیرہ موجود ہو۔اس صورت میں بھی یہ ناقص درجہ ہے کہ انسان ذات وصفات میں فنا ہوجائے۔اسی لیے اسلاف اس کے قائلین کی تردید فرمایا کرتے تھے۔

④......یہ کہنا کہ'' سالک اپنے آپ کو فاعل اور رب کو اعضاء پائے''،اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث میں نوافل فرائض سے مراد دوکیفیتیں ہیں، نہ کہ نوافل اورفرائض کی ادائیگی۔اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ایک شخص اگرفرض کام سرانجام دے رہا ہے اور کیفیت قربِ نوافل والی ہے تو یہ قربِ فرائض نہیں بلکہ قربِ نوافل ہے، اسی طرح

اگر کوئی نفل ادا کر رہا ہے اور کیفیت قربِ فرائض والی ہے تو یہ قربِ نوافل نہیں قربِ فرائض ہوگا، یعنی یہ اصطلاح فاعل کی کیفیت کے تابع ہوگی۔ گناہ کرتے ہوئے بھی اگر وہ ان میں سے کوئی کیفیت اپنے اندر پائے گا تو اس کو قربِ فرائض یا قربِ نوافل یا جمع بین القربین حاصل ہوگا۔ اور اس بات کا بطلان ہر صاحب عقل وخرد پر ظاہر باہر ہے۔

⑤...... یہ اصطلاحیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر اُس شخص سے محبت کرتا ہے جو قربِ فرائض اور قربِ نوافل کی کیفیات سے مکیّف ہوتا ہے، خواہ اس میں ادنی سا ایمان بھی نہ ہو۔

اس صورت میں سالک یہ خیال کرتا ہے کہ جب وہ قربِ نوافل، قربِ فرائض اور جمع بین القربین کی کیفیت سے سرشار ہو جائے تو گویا اس نے کمال حاصل کر لیا، یوں اس کی تمام تر توجہ فنا کی طرف مبذول رہتی ہے اور معاملہ بڑھتے بڑھتے وحدتِ وجود تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں یہ بات بندے کو بڑی آسانی سے الحاد تک پہنچا دیتی ہے۔

⑥......''ان الحق ینطق علی لسان عمر'' سے استشہاد اور استدلال بھی درست نہیں ہے۔ کیوں کہ اولاً یہ الفاظ ثابت ہی نہیں ہیں۔ ثانیاً: اگر ثابت ہوتے بھی تو دلیل نہ بن پاتے کیوں کہ قرآن وسنت میں میں مطلق طور پر حق کا لفظ (میرے علم کے مطابق) اللہ کے متعلق استعمال نہیں ہوا بلکہ لفظ ''حق'' سے اللہ تعالیٰ کو مراد لینا صوفیوں کا اطلاق ہے، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یہ لفظ اس وارد ہوا ہے:

❁......﴿اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ﴾ [النور: ۲۵]

❁......﴿وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ [یونس: ۳۰]

❁......﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾ [یونس: ۳۲]

❁......﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ﴾ [الکهف: ٤٤]

❁......﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ [طه: ۱۱٤]

❁......﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ [الحج: ٦، ٦٢]

❁......﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ [لقمان: ۳۰]

اس کے علاوہ تقریباً نوے (۹۰) سے زائد دفعہ قرآن پاک میں ''الحق'' کا لفظ وارد ہوا ہے مگر اس سے خالق کائنات کی ذات قدوس مراد نہیں، اگر کسی نے مراد لی بھی ہے تو اس میں کوئی دوسرا قول ضرور مروی ہے، مثلاً: ﴿بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ [المؤمنون: ۷۸]

مذکورہ بالا تمام آیات میں مطلق طور پر ''الحق'' کو ذات کے لیے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ نعت وصفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ''حق'' کا ذکر باطل کے مقابلے میں ہوا ہے، مثلاً:

❁......﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ [الاسراء: ۸۱]

❁......﴿قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ﴾ [ص: ۸٤]

❁......﴿حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾ [الاعراف: ۱۰۵]

❁......﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ [الانبیاء: ۲٤]

❁......﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ﴾ [سباء: ٤۹]

ان آیات میں وارد لفظ ''حق'' کی تفسیر کبھی تو ''قرآن'' کی جاتی ہے اور کبھی ''صدق''، وغیرہ۔

یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی بھی گروہ جس پر اپنی اصطلاحات کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسروں کی اصطلاحات ومعانی سے اتنی واقفیت نہیں رکھتا، وہ اپنے کسی اصطلاحی لفظ کو دوسرے کے کلام میں دیکھ کر اسے اپنی اصطلاح پر محمول کر لے، مثلاً: علم جدل کا ماہر فن حدیث میں ''سند'' کا لفظ پڑھے اور اسے اپنا مصطلح علیہ سندِ لمی یا برہانی سمجھ بیٹھے، یا کوئی نحوی حدیث میں ''کلمہ'' کا لفظ دیکھ کر اس کو اپنے معانی پر محمول کر لے، اسی طرح کوئی متکلم یا فلسفی ''جسم'' کو دوسرے کے کلام میں دیکھ کر اپنے معانی پر محمول کرے، وغیر ذلک۔

بہرحال مقصود یہ ہے کہ متدل بہ حدیث اگر سنداً صحیح ہوتی تو بھی اس سے احتجاج درست نہیں تھا۔ جب کہ یہ حدیث صحیح سند سے یوں

مروی ہے:

((ان اللّٰه وضع الحق علی لسان عمر يقول به .))(سنن ابی داود، رقم:٦٢٢٩، سنن ابن ماجه، رقم:١٠٨، مسند احمد، رقم:٢١٧٨٩)

''اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق جاری فرمادیا ہے اور وہ حق ہی فرماتے ہیں۔''

مسند احمد (رقم:۲۱۶۲۰) ہی کی دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

((ان اللّٰه عزوجل ضرب بالحق علی لسان عمر وقلبه .))

''اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل اور زبان پر حق جاری فرمادیا ہے۔''

اگر پیش نظر معنی مراد ہوتا ہے تو الفاظ یوں ہونے چاہیے تھے:

''ان الحق وضع نفسه علی لسان عمر .''

صحیح حدیث کے مذکورہ بالا لفظ صریحاً حق اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں مغایرت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ حق موضوع اور اللہ واضع ہے۔

⑦......انسان کے تمام اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور انسان حقیقی طور پر ان کا کسب کرتا ہے۔ اور حقیقی طور پر وہ انسان کے اعمال ہیں اور انسان ان کا فاعل ہے۔ جب کہ یہ کہنا کہ ''قربِ فرائض یہ ہے کہ انسان اپنے تئیں اعضاء پائے اور حق تعالیٰ کو فاعل'' اس کے منافی ہے، خواہ عقیدتاً ہو، خواہ استہلاک اور فنا کی بدولت، یہاں سے ہی عقیدۂ جبر پیدا ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

⑧......﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ رسالہ نگار کے بقول یہ آیت تینوں مقامات کی خبر دے رہی ہے: ﴿وَمَا رَمَيْتَ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے فاعل ہونے کی نفی کی ہے، یہ قرب فرائض ہے اور ﴿اِذْ رَمَيْتَ﴾ قرب نوافل جب کہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ جمع بین القربین ہے۔

یہ استدلال بھی بہ وجوہ غلط ہے:

اولاً: ((لایزال عبدی يتقرب الي ......الخ)) میں جمع بین القربین کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا قربت کا ذریعہ بننے والے دو طرح کے ہی اعمال ہیں: فرائض یا مستحبات جن کو مندوبات، مسنونات اور نوافل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی قسم کا کوئی عمل انسان کو اللہ کے قریب نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے کرنے سے اللہ کے تقرب کا حصول کہیں بیان ہوا ہے۔ اسی لیے فقہاء احکام تکلیفی کو پانچ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں جن میں سے عمل کی جنس سے دو قسمیں: واجب اور مستحب ہیں، ترک کی جنس والے اعمال کی بھی دو قسمیں: مکروہ اور حرام ہیں، جب کہ مباح متساوی الطرفین ہے۔

احناف، اور حنابلہ میں سے ابن شاقلا وغیرہ فرض اور واجب کو الگ الگ کرتے ہیں، درحقیقت فرض بھی واجب ہی میں داخل ہے۔ ان پانچوں قسموں میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا، سوائے ابو القاسم الکعبی اور ابو الفرج مالکی کے۔ کعبی کے نزدیک شریعت میں کوئی عمل بھی مباح نہیں، ان کا کہنا ہے کہ مباح کام کے ذریعے انسان گناہ سے بچتا ہے اور گناہ سے بچنا مامور بہ ہے، اس لیے مباح کام بھی مامور بہ کی جنس میں داخل ہے اور یوں شریعت میں کوئی عمل بھی مباح نہیں ہے۔ کعبی کی بات کا رد کئی ایک فقہاء نے کیا ہے، مثلاً: سلیمان بن خلف الباجی (الفصول،ص:۷۷) اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ (درء التعارض:۱/۲۲۲)

بہر حال فقہاء کے ہاں بالا تفاق عمل صرف دو جنسوں میں داخل ہے، یوں جمع بین القربین کو فضیلت جاننا اور اس کو تقرب کا ذریعہ سمجھنا غلط ہے۔

ثانیاً: یہ تفسیر درست نہیں۔ اس آیت سے ایک گروہ اسباب کی نفی مراد لیتا ہے اور ایک گروہ سلب افعال، یعنی بعض صوفی اور اہل جبر وغیرہ۔ حالانکہ اس آیت سے مراد معجزانہ طور پر مشرکین کا قتل اور شکست

(باقی صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

تحریک ختم نبوت (جلد:۱۶،۱۷)

مؤلف: ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ

ضخامت: جلد۱۶(صفحات۵۶۰)جلد:۱۷(صفحات:۵۷۶)

ملنے کا پتا: مکتبہ اسلامیہ بالمقابل رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اپنی ذات میں ایک انجمن، مجاہدانہ تھک، مورخ اہل حدیث، سرمایۂ ملتِ اسلامیہ، فخر اہل حدیث محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر المعروف ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ اپنی گوناگوں خدمات کی روشنی میں صرف ''تحریک ختم نبوت'' کی تاریخ کے مرتب ہی نہیں بلکہ اہل حدیث کے اکابر، مجاہدین ختم نبوت اور ناموسِ رسالت ﷺ کے پاسبانوں کی خدمات پر گردش زمانہ اور تجاہل عارفانہ کی وجہ سے پڑی ہوئی دھول کو صاف کر کے اپنی پوری تاب ناکی میں پیش کرنے والے فرد واحد بھی ہیں۔

انگریزی سامراج کے ہاتھوں پرورش پانے والے اور جھوٹی ردائے نبوت اوڑھنے والے مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اپنے عقائد فاسدہ کی تبلیغ کرنا چاہی تو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے ہراول دستے کے کمانڈر کا کردار خوب نبھایا۔

زیر نظر دونوں مجلدات (۱۶ اور ۱۷) شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں انھی خدمات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں جو انھوں نے اس مقدس فریضے کی ادائیگی میں انجام دیں۔

مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ بٹالہ کے رئیس تھے اور مرزا غلام احمد قادیان کا رئیس تھا۔ دعوائے نبوت سے پہلے اس نسبت سے دونوں میں دوستی بھی رہی۔ مرزا قادیانی نے جب ''براہین احمدیہ'' لکھی تو مولانا بٹالوی رحمہ اللہ اسے لے کر اپنے استاذ گرامی حضرت سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں دہلی گئے۔ ان دنوں سید صاحب کی نظر کمزور پڑ گئی تھی۔ آپ کتب کا مطالعہ کم ہی کرتے تھے۔ مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے ''براہین احمدیہ'' پڑھنے کا آغاز کیا اور ایک ہی صفحہ پڑھ کر سنایا تھا کہ حضرت سید صاحب فرمانے لگے: ''یہ کتاب بند کر دو، مجھے اس سے بدبو آ رہی ہے، اس کے لکھنے والے کا دماغ بگڑ جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے۔''

(مجلّہ خاتم النبیین کا گورداسپوری نمبر، ص:۱۷۲)

زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف محترم نے جلد نمبر۱۶ کا آغاز شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کی تحریک ختم نبوت میں تحریری خدمات کا ایک خوب صورت عکس پیش کر کے کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ متبحر عالم دین، قرآنِ کریم کے مفسر، عمدہ خطیب، بہترین مناظر، زبان و بیان کے ماہر اور ہر فن کے شناور تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام عادات و خصائل کو بہت قریب سے جانتے اور پہچانتے تھے۔

قرآن و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۷۷ء میں ایک ماہنامہ رسالہ ''اشاعۃ السنۃ النبویۃ'' نکالنا

شروع کیا۔ مرزا قادیانی نے جب ۱۸۹۱ء میں مسلمانوں کے متفقہ عقیدۂ ختم نبوت میں نقب لگانی چاہی تو مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے اپنی ساری توانائیاں اس فتنے کے سدِّ باب کے لیے وقف کر دیں اور اشاعۃ السنۃ کو ردّ قادیانیت کے محاذ پر کھڑا کر دیا۔

مرزا قادیانی اپنی تصنیف ''مجموعہ اشتہارات'' (۱/ ۲۹۰) میں رقم طراز ہے:

''خدائے تعالیٰ نے پورے طور پر جلوہ قدرت دکھلانے کے لیے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقتِ علمی، جن کی طاقت فہمی، جن کی طلاقتِ لسانی، جن کی فصاحت بیانی کا شہرہ پنجاب و ہندوستان میں ہے اور خدائے حکیم و علیم کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انھیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انھیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملے کا اُنھوں نے اُٹھا نہیں رکھا۔ مولوی صاحب (مولانا بٹالوی) نور اللہ کے بجھانے کے لیے بہت زور سے پھونکیں مار رہے ہیں۔'' (تحریک ختم نبوت: ۱۶/ ۱۰)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سب سے پہلے مرزائے قادیان کی تکذیب مولانا بٹالوی ہی نے کی تھی۔ اس کا اقرار و بیان خود مرزائے قادیان نے اپنی تحریروں میں کیا ہے۔ اور سارے قادیانی اس بات کو مانتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی اور سید نذیر حسین دہلوی رحمہما اللہ ہی مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ کے ردّ میں پیش پیش تھے۔

اسی سلسلے میں ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں:

''محمد حسین بٹالوی نے ایک سخت مضمون شائع کیا جس میں اُس نے لکھا کہ میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب جاؤں گا اور ساری دنیا کو بتاؤں گا (کہ مرزا جھوٹا ہے) اور اس نے واقعتاً ایسا کیا بھی۔ وہ عرب علماء سے ملا، وہ مکہ گیا اور مدینہ پہنچا اور ہندوستان کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کیا اور آپ (مرزا غلام احمد) کے خلاف فتاویٰ حاصل کیے کہ اس شخص کا وجود اسلام کے لیے شدید خطرہ ہے، اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں......الخ۔'' (مرزا طاہر، الفضل انٹرنیشنل، ۲۰/ اگست ۱۹۹۹ء، ص: ۱۱ بہ حوالہ تحریک ختم نبوت: ۱۶/ ۱۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں جس طرح مولانا بٹالوی مرحوم نے اپنا تن من دھن صرف فرمایا تھا۔ اسی طرح رئیس قادیان نے بھی ان کے مقابلے میں بڑے ہاتھ پاؤں مارے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی مدد فرمائی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے پیش گوئی کر رکھی تھی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی آخر کار میرا پیروکار، یعنی مرزائی ہو جائے گا۔ لیکن اللہ کریم نے مولانا بٹالوی کو حالتِ ایمان ہی میں دنیا سے اٹھایا۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''اہل حدیث'' امرتسر میں تعزیت نامہ بروفات مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ ان الفاظ میں شائع فرمایا:

''سچ ہے موت العالِم موت العالَم۔ ایسے قحط الرجال کے زمانے میں عالم بے مثل جناب مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا اس دار فانی سے رحلت فرمانا اہل اسلام اور خصوصاً جماعت اہل حدیث کے لیے ایسا صدمہ جاں کاہ ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ مولانا مرحوم جامع منقول و معقول، فروع و اُصول اور خاص کر فن حدیث میں بحر بیکراں اور اپنی نظیر آپ تھے۔'' (ص: ۳۹)

غرض مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اپنی ساری زندگی اشاعتِ اسلام اور تردید مرزائیت ہی میں گزار دی اور آپ کی موت عین حالتِ

ایمان یعنی نماز تہجد پڑھتے ہوئے جسم پر فالج گرنے کے باعث ہوئی۔اس وقت آپ کی زبان پر قرآن کریم کی آیات جاری تھیں۔

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل مرزا قادیانی کی بھی موت ہوئی تھی اور وہ بھی اہل علم جانتے ہیں کہ کس حالت میں ہوئی تھی۔

مرزا کی موت کے بعد بھی مولانا بٹالوی نے اس فرقہ ظالہ مرزائیہ کا رد جاری رکھا۔آپ ہر سطح اور ہر محاذ پر ان سے نبرد آزما رہے اور ان کے سینے پر مونگ دَلتے رہے۔

ڈاکٹر محمد بہاء الدین ﷾نے جس محنت اور ذوق و لگن سے اکابرین اِسلام کے تحقیقی و علمی شہ پاروں کو جمع و ترتیب دیا ہے اور جس طرح ان کی ہر بات پر مفید تبصرہ فرمایا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ڈاکٹر صاحب کی یہ ترتیب شدہ کتاب اپنی اہمیت و جامعیت کے پیش نظر کتاب حوالہ بن چکی ہے۔یوں یہ کتاب جہاں تاریخی حیثیت رکھتی ہے، وہیں خدمات اہل حدیث کا بھی احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اللہ جزائے خیر سے نوازے ڈاکٹر صاحب ﷾ کو کہ اُنھوں نے یہ ساری جدوجہد فرمائی اور اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ عظیم علمی ذخیرہ اہل اسلام کی خدمت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اللہ کریم مؤلف محترم اور ان کے جملہ معاونین اور ان کے پسر محترم سہیل اظہر چوہدری کو مزید توفیق سے نوازے کہ وہ یہ علمی کام اسی طرح جاری رکھیں۔اللہ کریم یہ کام ان کے لیے مبارک کرے اور گمراہوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت سمجھنے کی توفیق سے نوازے، آمین یارب العالمین۔



فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری
دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۴۲۷ ابوالاعلیٰ مودُودی (مجموعہ ۳ کتب)

م۹۷خ ختم نبوت،ص:۶۴۔اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔

۲۔مولوی ہدایت اللہ۔فلسفہ اور معجزہ،ص: ۹۶۔ اسلامیہ سٹیم پریس،لاہور۔

۳۔صوفی نذیر احمد۔جہاد اعظم کی تیاری،ص:۹۵۔اعلیٰ پرنٹنگ پریس،دہلی۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد ابراہیم سیالکوٹی

م۹۷خ ختم نبوت،ص:۳۲۔مسلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ۔

۲۹۷ء۸۹۳ فرزندِ توحید (مجموعہ ۱۱ کتب)

ف۴۸ع عبرت ناک موت،ص:۱۵۔ہلال کارپوریشن،عیدگاہ۔

۲۔عبداللہ امرتسری روپڑی۔مرزائیت اور اسلام،ص: ۶۴۔اِدارہ دینیات جامع قدس۔

۳۔ فرزند توحید۔ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں،ص:۴۸۔بیت التوحید،کراچی۔

۴۔فرزند توحید۔حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اوران کا جواب،ص:۴۸۔بیت التوحید،کراچی۔

۵۔محمد سلمان۔تحقیق مسئلہ دجال،ص:۴۶۔دارالمطالعہ اہل حدیث۔

۶۔اہل حدیث لاہور۔چند سوالات از محمد حسین بٹالوی، جوابات از عبدالرحمٰن لکھنوی،ص: ۱۶۔ ثنائی برقی پریس لاہوری۔

۷۔احمد سعید۔مرزائی کا جنازہ اور مسلمان،ص: ۴۸۔جمعیت علماء اسلام،گوجرانوالہ۔

۸۔عبدالرحیم اشرف۔قادیانیوں سے پہلا خطاب، ص:۱۶۔مطبوعہ استقلال پریس،لاہور۔

۹۔شبان اہل حدیث سرگودھا۔تازیانہ عبرت؛ مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ محترمہ محمدی بیگم کا انتقال،ص:۷۔ ثنائی برقی پریس،سرگودھا۔

۱۰۔محمد بہاء الحق۔گستاخ مرزا،ص: ۸۔صدر انجمن مباہلہ،امرتسر۔

۱۱۔تحفظ ختم نبوت چنیوٹ۔وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کا فتویٰ ''حیات مسیح علیہ السلام کا منکر کافر ہے''،ص:۳۱۔ ویسٹ پنجاب پریس،لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ ثناءاللہ امرتسری (مجموعہ ۵ کتب)

ث۲۷ن نکاح مرزا،ص:۲۰۔سٹیم پریس،لاہور۔

۲۔ثناءاللہ امرتسری۔تاریخ مرزا،ص:۶۴۔مطبع لال سٹیم پریس،لاہور۔

۳۔ڈاکٹر عبدالحکیم۔اعلان الحق واِتمام الحجۃ،ص:۵۶۔ ہلالی سٹیم پریس۔

۴۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔شہادت القرآن،ص: ۱۳۶۔مطبع مفید عام،سیالکوٹ۔

۵۔ غلام حیدر۔ کشف اسرار یعنی ریویو،ص: ۱۵۰۔ پرنٹنگ پریس،سرگودھا۔

۲۹۷ء۸۹۳ نامعلوم۔

ن۴۷ک کانا دجال،ص:۱۴۵۔مرکز نوادر،راحت مارکیٹ۔

۲۹۷ء۸۹۳ عزیز الرحمٰن

ع۲۰۴ق قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی جائز ہے، ص:۴۸۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔

احتساب قادیانیت:

۲۹۷ء۸۹۳ لال حسین اختر

ل ل احتساب قادیانیت جلد(۱)ص:۳۱۰۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،حضوری باغ روڈ،ملتان۔

۱۔لال حسین اختر۔ترک مرزائیت۔

۲۔لال حسین اختر۔ختم نبوت اور بزرگان اُمت۔

۳۔لال حسین اختر۔حضرت مسیح علیہ السلام مرزا کی نظر میں۔

۴۔ لال حسین اختر ۔حضرت خواجہ غلام فرید اور مرزا قادیانی۔

۵۔لال حسین اختر۔مرکز اسلام مکہ مکرمہ میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں۔

۶۔لال حسین اختر۔سیرت مرزا۔

۷۔لال حسین اختر۔عجائبات مرزا قادیانی۔

۸۔لال حسین اختر۔حمل مرزا قادیانی۔

۹۔لال حسین اختر۔آخری فیصلہ۔

۱۰۔لال حسین اختر۔بکر وثیب۔

۱۱۔لال حسین اختر۔وفاقی وزیر قانون کی خدمت میں عرض داشت۔

۱۲۔لال حسین اختر۔حمود الرحمٰن کمیشن میں بیان۔

۱۳۔ لال حسین اختر ۔ مسلمانوں کی نسبت قادیانی عقیدہ۔

۱۴۔لال حسین اختر۔انگلستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی کامیابی۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد ادریس کاندھلوی

م ل احتساب قادیانیت جلد(۲)ص:۵۴۳۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،حضوری باغ روڈ،ملتان۔

۱۔محمد اِدریس کاندھلوی۔مسلک الختام فی ختم نبوۃ سید الانام،المعروف ختم نبوت۔

۲۔محمد ادریس کاندھلوی۔شرائط نبوت۔

۳۔محمد اِدریس کاندھلوی ۔ حضرت صوفیاء کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی پر مرزائیوں کا بہتان۔

۴۔ محمد اِدریس کاندھلوی۔الاعلام بمعنی الکشف والوحی والالہام۔

۵۔محمد ادریس کاندھلوی۔کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ، المعروف حیات عیسیٰ علیہ السلام۔

۶۔محمد اِدریس کاندھلوی ۔ القول المحکم فی نزول ابن مریم علیہ السلام۔

۷۔محمد اِدریس کاندھلوی۔لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسی بن مریم علیہ السلام

۸۔محمد ادریس کاندھلوی۔اِسلام اور مرزائیت کا اُصولی اختلاف۔

۹۔محمد اِدریس کاندھلوی۔دعاوی مرزا۔

۱۰۔محمد اِدریس کاندھلوی۔احسن البیان فی مسئلۃ الکفر والایمان،یعنی مسلمان کون اور کافر کون۔

۲۹۷ء۸۹۳ حبیب اللہ امرتسری

ح ا احتساب قادیانیت جلد(۳)ص:۵۳۹۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،حضوری باغ روڈ،ملتان۔

۱۔حبیب اللہ امرتسری۔مراق مرزا۔

۲۔حبیب اللہ امرتسری۔مرزائیت کی تردید بطرز جدید۔

۳۔ حبیب اللہ امرتسری ۔ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں۔

۴۔حبیب اللہ امرتسری۔عمر مرزا۔

۵۔حبیب اللہ امرتسری۔بشارت احمد صلی اللہ علیہ وسلم

۶۔حبیب اللہ امرتسری۔مرزا قادیانی نبی نہیں۔(ایک مناظرہ)

۷۔حبیب اللہ امرتسری۔نزول مسیح علیہ السلام۔
۸۔حبیب اللہ امرتسری۔حلیہ مسیح مع رسالہ ایک غلطی کا ازالہ۔
۹۔حبیب اللہ امرتسری۔معجزہ اور مسمریزم میں فرق۔
۱۰۔حبیب اللہ امرتسری۔عیسیٰ علیہ السلام کا حج کرنا، مرزا قادیانی کا بغیر حج کے مرنا۔
۱۱۔حبیب اللہ امرتسری۔مرزا قادیانی مثیل مسیح نہیں۔
۱۲۔حبیب اللہ امرتسری۔سنت اللہ کے معنی مع رسالہ واقعات نادرہ۔
۱۳۔حبیب اللہ امرتسری۔مرزا قادیانی کی کہانی مرزا اور مرزائیوں کی زبانی۔
۱۴۔حبیب اللہ امرتسری۔مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کی قرآن دانی۔
۱۵۔حبیب اللہ امرتسری۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع اور آمد ثانی ابن تیمیہ کی زبانی مرزا کی کذب بیانی۔
۱۶۔حبیب اللہ امرتسری۔مرزا غلام احمد رئیس قادیان اور اُس کے بارہ نشان۔
۱۷۔حبیب اللہ امرتسری۔اختلاف مرزا۔
۱۸۔حبیب اللہ امرتسری۔سلسلہ بہائیہ و فرقہ مرزائیہ۔
۱۹۔حبیب اللہ امرتسری۔انجیل برنباس اور حیات مسیح۔
۲۰۔ حبیب اللہ امرتسری۔مرزائیت میں یہودیت ونصرانیت۔

۸۹۳ء۲۹۷ محمد انور شاہ کشمیری

م ل احتساب قادیانیت جلد (۴) ص: ۶۷۹۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔
۱۔محمد انور شاہ کشمیری۔دعوت حفظ ایمان (۱)
۲۔محمد انور شاہ کشمیری۔دعوت حفظ ایمان (۲)
۳۔محمد انور شاہ کشمیری۔بیان مقدمہ بہاولپور۔
۴۔اشرف علی تھانوی۔الخطاب الملیح فی تحقیق المهدی۔
۵۔اشرف علی تھانوی۔قائد قادیان۔
۶۔شبیر احمد عثمانی۔الشهاب الرجم الخاطف المرتاب۔
۷۔شبیر احمد عثمانی۔صدائے ایمان۔
۸۔بدر عالم میرٹھی۔نزول عیسیٰ علیہ السلام۔
۹۔بدر عالم میرٹھی۔ختم نبوت۔
۱۰۔بدر عالم میرٹھی۔سیدنا مہدی علیہ الرضوان۔
۱۱۔بدر عالم میرٹھی۔دجال اکبر۔
۱۲۔بدر عالم میرٹھی۔نور ایمان۔
۱۳۔بدر عالم میرٹھی۔الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح۔
۱۴۔بدر عالم میرٹھی۔مصباح العلیة لمهر النبوة الظلية۔
۱۵۔بدر عالم میرٹھی۔الجواب الحفی فی آیة التوفی۔
۱۶۔بدر عالم میرٹھی۔انجاز الوفی فی آیة التوفی۔
۱۷۔بدر عالم میرٹھی۔آواز حق۔

۸۹۳ء۲۹۷ محمد علی مونگیری

م ل احتساب قادیانیت جلد (۵) ص: ۵۲۷۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔
۱۔عبدالعزیز۔صحیفہ رحمانیہ (۱)۔
۲۔مولانا عبدالوحید۔صحیفہ رحمانیہ (۲)۔
۳۔عبدالوحید۔صحیفہ رحمانیہ (۳)۔
۴۔عبدالعزیز۔صحیفہ رحمانیہ (۴)۔
۵۔سید انور حسین۔صحیفہ رحمانیہ (۵)۔
۶۔محمد علی مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ (۶)۔
۷۔محمد علی مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ (۷)۔
۸۔محمد علی مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ (۸)۔



مسلم سے خطاب

پھر صبح طرب ناک نکلتی نظر آئے
اقوام کی تاریخ بدلتی نظر آئے
صہبائے عمل جام میں ڈھلتی نظر آئے
گرتی ہوئی مخلوق سنبھلتی نظر آئے

تُو مرد مسلماں ہے تُو پیغامِ عمل دے
اُٹھ اور زمانے کے مقدر کو بدل دے

سرمایۂ عظمت ہے تری ذاتِ گرامی
تُو خالق و مخلوق کے مابین پیامی
طوفان کی شورش ہے تری مست خرامی
اے تجھ کو سزا وار محمد ﷺ کی غلامی

ایمان کی دولت تجھے اللہ نے دی ہے
دنیا ترے قدموں کی طرف دیکھ رہی ہے

تیرے لیے بیتاب ہیں عالم کی فضائیں
بیدار ہو ، فطرت تجھے دیتی ہے صدائیں
چھائی ہیں ترے باغ پہ رحمت کی گھٹائیں
ہر دم ہیں ترے ساتھ فرشتوں کی دعائیں

زنہارنہ بہنا کسی طوفان کی رو میں
اللہ کی فوجیں ہیں مسلماں کے جلو میں

اخلاق ترے پاس ہیں ، ایمان ترے پاس
ایقان تیرے پاس ہے عرفان ترے پاس
کونین کی رفعت کے ہیں سامان ترے پاس
تلوار ترے پاس ہے قرآن ترے پاس

(ماہرؔ القادری)